ہلال برائے اطفال

www.hilal.gov.pk | www.ispr.gov.pk

فروری 2023ء

5 فروری
یوم یکجہتیٔ کشمیر

اے خطۂ
کشمیر
تیری جنت میں
آئیں گے اک دن!

فہرست

پہلی بات _____ 2

چلی آتی ہے آزادی! _____ 3
محمد ضیاء اللہ محسن

راز _____ 6
شفق کاظمی

وطن کی خاطر۔۔۔ _____ 7
عبید اللہ

پاکستان کا ایثار ہمارے لیے یادگار ہے! _____ 9
شہاب اکبر

APS میں تقریب تقسیم انعامات _____ 11
ریحانہ ناصر

علم کی روشنی _____ 12
محمد نوید مرزا

انوکھا تحفہ _____ 13
فرزین لہرا

کتابوں سے دوستی! _____ 15
مریم صدیقی

کلیلہ ودمنہ: بادشاہ اور شاہی حکیم _____ 18
اسلم ممتاز

سرگرمی _____ 19

قہقہے _____ 20

برائے

ہلال اطفال

www.hilal.gov.pk | www.ispr.gov.pk

جلد:5، شمارہ:7

فروری 2023ء

پیٹرن-اِن-چیف

میجر جنرل احمد شریف چوہدری

ڈائریکٹر/چیف ایڈیٹر

عباس حیدر

abbashaiderr212@gmail.com

ایگزیکٹو ایڈیٹر

محمد جاوید اقبال

javed20473@gmail.com

ایڈیٹر

محمد امجد

massgroup22@yahoo.com

اسسٹنٹ ایڈیٹر

اسلم ممتاز

aslammumtaz926@gmail.com

مینجنگ ایڈیٹر

ہما نواز

گرافکس

جویریہ زبیر

کمپوزنگ

وقاص احمد صدیقی

پروف ریڈنگ

محمد مستحسن سلیم

عروسہ صلاح الدین

aroosaispr@gmail.com

ویب آپریٹر

مظہر فضل

خط کتابت

انٹر سروسز پبلک ریلیشنز، ہلال روڈ راولپنڈی

فون: 051 9272866

ای میل: ed.hilalkids@gmail.com

آن لائن پڑھنے کے لئے کلک کیجیے:

www.hilal.gov.pk

قیمت فی شمارہ: 150 روپے

نوٹ:

''ہلال برائے اطفال'' میں شائع ہونے والی تحریروں میں جن خیالات، حوالہ جات اور آراء کا اظہار کیا جاتا ہے وہ مضمون نگار کے ذاتی ہوتے ہیں۔ افواج پاکستان کا پالیسی کے حوالے سے ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ہلال کا ایڈیٹوریل بورڈ شمارے میں شائع شدہ اشتہارات کے غیر حقیقی ہونے کا بھی ذمہ دار نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

پیارے بچو! کیسے ہیں آپ . . . ؟ اُمید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ پانچ فروری کو مقبوضہ جموں و کشمیر کے عوام کی جدوجہد آزادی کو خراجِ تحسین پیش کرنے اور ان سے اظہارِ یکجہتی کرنے کے لیے پاکستان سمیت دنیا بھر میں 'یوم یکجہتی کشمیر' منایا جاتا ہے۔ اس دن پاکستان کے عوام کشمیری بھائیوں سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ان پر ڈھائے جانے والے بھارتی ظلم وستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ وہ اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ کشمیری اپنی جدوجہد میں تنہا نہیں بلکہ پوری پاکستانی قوم اُن کے شانہ بشانہ ہے۔

ساتھیو، آپ جانتے ہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے عوام گزشتہ 75 سال سے اپنی جدوجہد آزادی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں 9 لاکھ سے زائد بھارتی فوجی معصوم اور نہتے کشمیریوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ ان حالات میں بچے خاص طور پر متاثر ہیں۔ کرفیو کے مسلسل نفاذ اور بھارتی فوج کی جانب سے ظلم کے مختلف ہتھکنڈوں نے انہیں گھروں میں محصور کر دیا ہے۔ سکول جانا تو درکنار وہ اپنے گلی محلے میں بھی کھیل کود نہیں سکتے۔ اُن پر اپنے حق کے لیے آواز اُٹھانے پر بھی پابندی ہے۔ سلام ہے اُن کی جرأت، بہادری اور عزم کو کہ وہ چٹان کی صورت اپنے حق خودارادیت کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں۔

ساتھیو! حق خودارادیت سے مراد یہ ہے کہ کشمیری اپنے مستقبل کا فیصلہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتے ہیں۔ آزادی ان کا فطری حق ہے اور وہ اپنا یہی حق مانگ رہے ہیں۔ اس حق کا وعدہ تقسیمِ ہند کے فارمولے میں کیا گیا تھا جس کے تحت یہ طے پایا تھا کہ ایسے علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں بستے ہیں، وہ پاکستان کا حصہ بنیں گے اور ریاستوں کا الحاق بھی مذہب کے ساتھ ساتھ وہاں کی تاریخ، تہذیب وثقافت اور جغرافیے کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا۔ کشمیریوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ پاکستان اس وقت بھی ان کے خوابوں کا مرکز تھا اور آج بھی ہے۔ وہاں کے مسلمان تاریخی، جغرافیائی اور تہذیبی اعتبار سے پاکستان سے جڑے ہوئے ہیں۔ تاہم اس حقیقت کے باوجود وہاں کے ہندو راجہ نے اس کا الحاق ہندوستان سے کرنے کی کوشش کی جسے کشمیریوں نے رد کر دیا اور مزاحمت کرتے ہوئے ایک حصے کو آزاد کروالیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید پیش قدمی کرتے ہندوستان یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں لے گیا جس نے کشمیریوں کے لیے حق خودارادیت کی کئی قراردادیں منظور کیں مگر افسوس آج تک ان قراردادوں پر عمل درآمد نہیں ہوسکا۔

آیئے! ''یوم یکجہتی کشمیر'' کے موقع پر ہم اپنے کشمیری بھائیوں سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے یہ عہد کریں کہ ہم اس جدوجہد میں ان کے ساتھ ہیں۔ انشاءاللہ! وہ دن دُور نہیں جب وہ بھارتی تسلط سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ اس شمارے میں شامل ''چلی آتی ہے آزادی . . .'' ایسی کہانی ہے جس میں بہادر کشمیری بچیاں بھارتی فوج کے کسی ہتھکنڈے یا حربے کو خاطر میں لائے بغیر آزادی کے راستے پر گامزن دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں اُمید کے ایسے چراغ روشن ہیں جنہیں ظلم وجبر کی کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی۔

اِک جذبۂ آزادی کشمیر لیے ہے
اور دل میں نیا عزمِ جہانگیر لیے ہے
کشمیر کے اقبال کی تفسیر لیے ہے
ہر پیرو جواں ہاتھ میں شمشیر لیے ہے
عالم پہ عیاں ہے کوئی مستور نہیں ہے
آزادیٔ کشمیر کا دن دُور نہیں ہے

ساتھیو! یوم یکجہتی کشمیر کے علاوہ اس شمارے میں آپ کی دلچسپی کی دیگر کہانیاں، مضامین اور نظمیں بھی شامل ہیں جو یقیناً آپ کے ذوق مطالعہ کو جلا بخشیں گی۔

اب اگلے شمارے تک کے لیے اجازت دیجیے۔ ہمیں آپ کی ای میلز اور خطوط کا انتظار رہے گا۔ اللہ نگہبان!

محمد امجد

چلی آتی ہے آزادی!

محمد ضیاء اللہ محسن

بھیانک آواز سن کر وہ دونوں خوف زدہ ہوئیں تو اچانک سائیکل اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ سائیکل پر رکھے دودھ کے ڈبے بھی ساتھ ہی زمین پر آن گرے۔ ڈبوں سے دودھ نکل کر مٹی میں جذب ہونے لگا۔ انھیں لگا کہ جیسے اُن کا سب کچھ اُجڑ گیا ہو کیونکہ آج کی رقم سے اُنھیں اسکول کی فیس ادا کرنی تھی۔ وہ سردی سے ٹھٹھرتی، کانپتی اپنا سائیکل اور ڈبے اٹھانے کا جتن کرنے لگیں۔

دراصل دونوں بہنیں آج بھی منہ اندھیرے گھر سے نکل پڑی تھیں۔ یہ اُن کا روز کا معمول تھا۔ ہمیشہ کی طرح اُن کی ماں نے دودھ کے برتن رات کو دھو کر تیار کر دیے تھے۔ فجر کی نماز پڑھتے ہی چھوٹی صغیرہ نے سائیکل کو مضبوطی سے پکڑا جبکہ اُس کی بڑی بہن وحیدہ نے دودھ کے خالی برتن اچھی طرح سائیکل کے ساتھ باندھ دیے تھے۔

ٹھنڈی ہوائیں شدت سے چل رہی تھیں۔ مقبوضہ کشمیر کا یہ علاقہ تھا تو ویسے بھی بہت سرد مگر آج تو دونوں کے ہاتھ پاؤں شل ہو رہے تھے۔ رات بھر برف باری ہوتی رہی تھی۔ زمین و آسمان ابھی تک مکمل اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وحیدہ نے سائیکل کو ہینڈل سے پکڑا اور دھیرے دھیرے پیدل چلنا شروع کیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے صغیرہ دودھ کے ڈبوں کو ہاتھ سے سہارا دیے ہوئے چل رہی تھی۔

''آپی! اندھیرے میں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' صغیرہ نے کپکپاتے ہونٹوں سے کہا۔

''ارے میری پیاری! کوئی ایسا دن بھی ہے کہ جب تجھے ڈر نہ لگا ہو؟'' وحیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں دعائیں پڑھتی اور خود پر پھونکیں مارتی خالہ خورشیدہ کے ڈیرے پر پہنچ گئیں۔ یہاں آج بھی کتوں نے اُن کا استقبال کیا۔ بچتے بچاتے انھوں نے جلدی سے دو ڈبوں میں دودھ ڈلوایا، پھر چچا مجید کے باڑے پر پہنچ گئیں۔ تمام ڈبوں میں دودھ ڈلوانے کے بعد انھیں مختلف گھروں میں تقسیم کرنا تھا۔ اُن سے پہلے یہ کام اُن کا باپ کیا کرتا تھا۔ مگر باپ کی شہادت کے بعد چند مہینوں سے یہ کام ان ننھی جانوں کے کمزور کندھوں پر آن پڑا تھا۔

آج اندھیرے میں ایک بھیانک سی آواز سے وہ خوف زدہ ہو گئیں۔ ان کی سائیکل بے قابو ہو کر گر پڑی۔ دودھ کے ڈبے بھی بکھر گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں اُٹھاتیں، ایک کرخت آواز آئی: ''کون ہو تم لڑکیو! کدھر جا رہی ہو؟''

وحیدہ نے اندھیرے میں آواز کی سمت دیکھا۔ قریب ہی چھوٹی گلی میں بھارتی فوج کی ایک گاڑی کھڑی تھی، گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک بھارتی سپاہی انھیں دیکھ رہا تھا۔ جسے دیکھتے ہی وحیدہ نے جواب دیا: ''ہم دودھ بیچنے جا رہی ہیں، اسی علاقے میں رہتی ہیں۔''

وہ سپاہی اُن کے قریب آیا۔ دونوں بہنیں اس آفت سے خوف زدہ تھیں۔

''ڈرو نہیں لڑکیو! آؤ میں تمھاری مدد کروں۔ تم اپنے ڈبے اُٹھاؤ جبکہ

میں تمھاری سائیکل کو سہارا دیتا ہوں۔'' فوجی نے کہا۔اُسے نارمل انداز میں بات کرتے دیکھ کر وحیدہ اور صغیرہ نے اپنی سانسیں بحال کیں:

''بہت نوازش! ہمیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔'' گیارہ سالہ وحیدہ نے کہا، تو سپاہی اس کے لہجے اور رویے پر ششدر رہ گیا۔''اوہ! اتنا روکھا پن کیوں بھئی؟'' سپاہی کی بات سن کر دونوں بہنوں کا چہرہ ایک دم سپاٹ ہو گیا۔

''آپ لوگ پہلے سہارا چھینتے ہو اور پھر سہارا دینے کا ناٹک کرتے ہو۔ہمارے باپ کو آپ لوگوں نے ہی مارا ہے حالانکہ وہ بے چارا منہ

اندھیرے دودھ بیچنے ہی جا رہا تھا۔'' وحیدہ نے ترش لہجے میں کہا اور پھر صغیرہ کے ساتھ مل کر اپنے برتن سمیٹنے لگی۔

''بہت افسوس ہوا... کوئی اندھی گولی لگ گئی ہو گی لیکن تمھارے باپ کو کم از کم میں نے نہیں مارا۔یہاں ہماری گاڑی کو کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔بس وہ ٹھیک کر کے نکل جائیں گے۔کمار نام ہے میرا... ادھر اندھیرے میں تم لوگوں پر نظر پڑی تو قریب چلا آیا۔کہتی ہو تو چلا جاتا ہوں۔'' بھارتی فوجی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

''ہمارے کہنے پر... ہمارے کہے پر آپ لوگ کب کان دھرتے ہو؟ ورنہ تو ہماری زمین سے کب کے چلے گئے ہوتے۔ہماری پوری قوم کب سے یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ ہماری وادی سے نکل جاؤ مگر آپ لوگ تو نہتے لوگوں پر گولیاں برسا رہے ہیں۔بہت سے بچے بھی زخمی کر چکے ہیں!'' چھوٹی صغیرہ ذہانت سے بات کو کہاں سے کہاں لے گئی تھی۔

''اوہ... تم دونوں کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئیں۔تمھارا جو بھی نقصان ہوا ہے وہ شاید میری وجہ سے ہوا ہے، تم ایسا کرو کہ تھوڑے سے دودھ میں کچھ پانی ملا کر اپنا آج کا نقصان پورا کر لینا۔'' کمار نے بہترین مشورہ دیا۔

''کیا آپ اور آپ کے بچے پانی ملا دودھ یا ملاوٹ والی چیزیں کھانا پینا پسند کریں گے؟ اگر نہیں، تو پھر آپ ہمیں ایسا مشورہ دے کر بے ایمانی کے لیے کیوں قائل کر رہے ہیں؟'' وحیدہ نے بڑی سیانی بات کی تو وہ لاجواب ہو گیا۔پھر کچھ نا چاہتے ہوئے بھی اس نے دونوں بہنوں کی بہادری اور ایمانداری کی داد دی اور جیب سے کچھ رقم نکال کر ان کی طرف بڑھائی۔

''نہیں... آپ کا بہت شکریہ...'' اشد ضرورت کے باوجود دونوں نے یک زبان رقم لینے سے انکار کر دیا۔

''بھئی تم اپنے کپڑے، جوتے، کتابیں اور فیس یا کوئی بھی دوسری ضرورت پوری کر لینا۔'' بھارتی سپاہی نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''واقعی ہمیں رقم کی آج اشد ضرورت ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اسکول میں آج فیس نہ ادا کر سکیں مگر ہم کسی ایسی رقم لینے کا سوچ بھی نہیں سکتے جن پیسوں پر کسی مظلوم کے خون کے دھبے ہوں یا جو رقم دوسرے انسانوں کی آزادی ختم کرنے کا معاوضہ ہو۔ہمیں یہ رقم نہیں چاہیے۔'' وحیدہ کی دلیرانہ بات سے سپاہی کمار کا منہ لٹک گیا۔

''مگر تم لوگوں کا دودھ تو سارا بہہ گیا ہے۔'' کمار نے ڈھیٹ بنتے ہوئے اصرار کیا۔

''کوئی بات نہیں.... دودھ تو دودھ، ہم لوگ تو اپنا خون بہانے سے بھی نہیں ڈرتے۔سوہنی دھرتی کشمیر اور اپنی آزادی پر ہماری تمام ضروریات، جوتے، کپڑے، کھانے، ہمارا آرام و سکون، ہماری تعلیم، ہمارا مال، ہماری زندگی، ہمارا خون اور ہماری جان، سب کچھ قربان ہے۔''

صغیرہ نے جذباتی انداز میں کہا، اس ایک جملے میں ایسا نہ جانے کیا تھا کہ بھارتی سپاہی سر تا پاؤں جل بھن گیا۔غصے سے وہ بھڑ بھڑانے لگا تھا۔ایسے میں وحیدہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا:

''اور ہاں... آپ کے دل میں ہمارے لیے جو مکارانہ ہمدردی جاگی ہے، ہم اس ہتھکنڈے سے آگاہ ہیں۔آپ کی سرکار اور فوج جو ناحق لوگوں کا خون بہا رہی ہے اور آج اکیسویں صدی میں بھی بندوق کے زور پر لوگوں کو غلام بنائے رکھنے کی غلطی کر رہی ہے، اسے کون روکے گا؟ کوئی بھی ہتھکنڈہ ہمارے دلوں سے آزادی کی امنگ ختم نہیں کر سکتا۔''

وحیدہ کی کڑوی کسیلی مگر حق بات سن کر سپاہی کمار کا پارہ ہائی ہو گیا۔اس سے پہلے کہ وہ غصے میں پھنکارتا ہوا وحیدہ پر ہاتھ اُٹھاتا، اچانک قریب ہی چادر میں لپٹا ایک اجنبی زور سے چیخا۔آواز سن کر سپاہی یک دم

الرٹ ہوگیا۔اس نے اپنی رائفل سیدھی کرلی۔

''کون ہے... کون ہے بھئی... خبردار؟'' وہ ایک دم بوکھلا گیا تھا۔ قریب تھا کہ گولیوں اور چیخوں کی آوازیں گونجتی، موقع غنیمت جان کر وحیدہ اور صغیرہ نے دودھ کے ڈبے سائیکل پر رکھے اور تقریباً بھاگتے ہوئے اندھیرے میں گم ہوگئیں۔

دونوں بہنیں اس بات پر حیران تھیں کہ وہ اجنبی نہ جانے کون تھا اور اچانک کہاں سے آ گیا تھا۔ بہرحال جو بھی تھا، وہ وحیدہ اور صغیرہ کے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا تھا۔ خیر بجھے دل کے ساتھ گھر پہنچ کر انھوں نے اپنی ماں کو ساری کہانی سنائی اور اسکول کی تیاری کرنے لگیں۔ دودھ ضائع ہونے کی وجہ سے آج ان کے پاس فیس کی رقم نہیں تھی۔ ناشتہ بھی انھوں نے بہت ہلکا پھلکا کیا تھا۔

اسی پریشانی میں سرد تھپیڑوں کا مقابلہ کرتے وہ اسکول پہنچ گئیں۔ شدید ذہنی دباؤ میں انھیں کئی طرح کے خیالات سوجھ رہے تھے۔ فیس نہ ہونے کا آج کیا بہانہ بنائیں، آخری تاریخ تھی۔ آج بے عزتی بھی ہوسکتی ہے؟

اسمبلی کی کارروائی کے بعد آج خلاف معمول ہیڈ مسٹریس صاحبہ نے مائیک سنبھالا تو تمام طالبات اور اساتذہ کو کچھ تجسس ہوا کہ نہ جانے میڈم صاحبہ کون سی اہم بات بتانے والی ہیں...؟

ہیڈ مسٹریس نے اپنی بات شروع کی:

''بچو! آج میں آپ کو ایک کہانی سنانے جارہی ہوں۔ دو بچیوں کی کہانی۔ یہ کہانی پرانی نہیں، بالکل تازہ ہے۔ اس میں اصل کردار دو معصوم بچیاں ہیں، جو یتیم تو ہیں ہی، بہادر، ذہین، محنتی، ایمان دار، محبِ وطن اور خوددار بھی ہیں۔ اُن بچیوں کی خاص بات کہ وہ کشمیر کی بیٹیاں ہیں... نا صرف ہمارے علاقے میں بلکہ اسکول میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔''

ہیڈ مسٹریس صاحبہ جوشِ خطابت دکھا رہی تھیں۔

''ہم ان بچیوں کو ان کی بہادری اور جرأت پر، ان کی ایمانداری اور محنت پر سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ بیٹیاں ہمارے اسکول کا فخر ہیں۔ میری مراد پانچویں جماعت کی وحیدہ سعید اور چوتھی جماعت کی صغیرہ سعید ہے۔ دونوں اپنی جگہ پر کھڑی ہوجائیں۔'' یہ کہتے ہوئے ہیڈ مسٹریس صاحبہ نے صبح پیش آنے والا سارا واقعہ سنایا اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کو سلیوٹ کے انداز میں سجا لیا۔ پورا اسکول تالیوں سے گونجنے لگا۔

اِدھر وحیدہ اور صغیرہ کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ سوچنے پر مجبور تھیں کہ یا خدا! یہ کیا ماجرا ہے؟ صبح منہ اندھیرے جو واقعہ ہمارے ساتھ پیش آیا، اس کا میڈم صاحبہ کو کیسے علم ہوا؟ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھیں کہ میڈم نے بچیوں کے لیے فیس معافی اور نقد انعام کا اعلان بھی کردیا۔ ایک بار پھر تالیاں گونجیں، تالیوں کے شور میں وہ دونوں بھیگی آنکھوں کے ساتھ اسٹیج پر جا پہنچیں۔

ہیڈ مسٹریس صاحبہ فرما رہی تھیں: ''میں امید کرتی ہوں کہ کشمیر کا بچہ بچہ وحیدہ اور صغیرہ جیسا بہادر اور محنتی بنے گا، جس کے اندر جذبۂ حب الوطنی، ایمانداری اور آزادی کا جنون کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔ آخر میں اپنے شوہر ماسٹر اسلم سراج کی طرف سے ان بچیوں کے لیے لائف ٹائم اسکالر شپ کا اعلان کرتی ہوں جنھوں نے خود منہ اندھیرے اس ساری کارروائی اور بہادری کی داستان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔''

میڈم نے کہا تو وحیدہ اور صغیرہ ایک دم صبح والے اجنبی کا راز سمجھ گئیں۔ وہ خوشی خوشی اسٹیج پر اپنا انعام وصول کررہی تھیں اور اِدھر پورا اسکول سبز ہلالی پرچم کے سائے تلے ترانے کی لہروں میں گونج رہا تھا۔

جبیں سے نور برساتی چلی آتی ہے آزادی
مچلتی، جھومتی، گاتی، چلی آتی ہے آزادی

راز

شفق کاظمی

مشائب ہاتھوں میں کچرے کا ڈبہ لیے تیزی سے میدان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میدان میں پہنچتے ہی اس نے وہ ڈبہ اُلٹ دیا۔ دور بیٹھے دو بچے جو جوس پی رہے تھے، بہت غور سے اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔

''چلو ارمغان! ہم بھی اپنے جوس کے ڈبے میدان میں پھینکیں۔'' اشھاب نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہیں سے پھینکتے ہیں۔ جس کا ڈبہ زیادہ دُور گرے گا، وہ جیت جائے گا۔'' ارمغان نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اشھاب نے بھی اس کی تائید میں حامی بھر لی اور کھڑا ہو گیا۔

پہلا ڈبہ ارمغان نے پھینکا جو کافی دُور جا گرا، جبکہ اشھاب کا ڈبہ مشائب کو جا لگا تو ڈبے میں سے نکلے چند قطروں نے مشائب کی شرٹ کو داغدار کر دیا۔ مشائب نے کھا جانے والی نظروں سے ارمغان اور اشھاب کو دیکھا۔

''دیکھ کر نہیں پھینک سکتے، اندھے ہو گئے ہو کیا؟'' مشائب چلایا۔

''ہم تو دیکھ کر ہی پھینک رہے تھے تم ہی درمیان میں آن ٹپکے۔ اس میں ہماری کیا غلطی؟'' اشھاب نے بھی تلخ لہجے میں کہا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ اُن کی آوازیں اونچی ہوتی جا رہی تھیں۔

''کیا ہوا پیارے بچو؟ کیوں جھگڑ رہے ہو۔؟'' اربد بھائی نے دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ اربد بھائی بہت سلجھے ہوئے نفیس انسان تھے۔ وہ بچوں کو اچھی اچھی باتیں بتاتے اور اچھی اچھی کہانیاں سناتے تھے۔

اربد بھائی کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔ ارمغان نے انہیں ساری بات بتائی جس پر وہ کافی پریشان دکھائی دیے۔

''بچو! پہلی بات... آپ کو اس طرح سے کچرا نہیں پھینکنا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔'' وہ تینوں اربد بھائی کی باتوں کو غور سے سن رہے تھے۔

اربد بھائی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولے: ''اگر آپ کے چھوٹے بہن بھائی آپ کو دیکھ کر یہی کام کرنا شروع کر دیں تو ہمارے ملک میں ہر طرف کچرا ہی کچرا ہو جائے گا۔ کیا آپ اپنے پیارے وطن کو کچرے سے بھرنا چاہیں گے؟ نہیں نا... لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے گھر کے ساتھ ساتھ اپنے محلے کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔''

''ہمیں معاف کر دیجیے بھائی!... ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں ہم دوبارہ ایسا نہیں کریں گے۔'' مشائب نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

''جی بھائی ہم اس کچرے کو مل کر صاف کریں گے اور آئندہ احتیاط کریں گے۔'' اشھاب نے بھی مشائب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''شاباش! پیارے بچو! مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی۔ اب دوسری بات پر آتے ہیں۔'' اربد بھائی کی بات پر وہ سب متجسس ہو گئے۔

''دوسری بات....؟''

''جی ہاں دوسری بات ... آپس میں جھگڑنے والی...'' اربد بھائی نے یاد دلایا تو تینوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیے۔

''بچو! آپس میں جھگڑنا بہت بری بات ہے۔ آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک بھائی کا فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کا خیال رکھے۔ جس معاشرے میں بھائی چارہ، اخوت اور رواداری کا دور دورہ ہوگا، وہی امن و سکون اور ترقی کا گہوارہ ہوگا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے: 'مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔' لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائیں اور بھائی چارے کو فروغ دیں۔''

''اربد بھائی اب ہم کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔'' سب یک زبان ہو کر بولے۔ بچوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی۔ اربد بھائی نے بچوں کو شاباش دیتے ہوئے کہا: ''تو پھر چلو آؤ، اب ہم سب مل کر کچرا سمیٹتے ہیں... ہم اپنے ماحول کو آلودہ نہیں ہونے دیں گے۔''

سب میدان کی صفائی میں لگ گئے۔ اُن کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔ اس دن کے بعد بچے آپس میں مل جل کر رہنے لگے۔ وہ جان چکے تھے کہ بھائی چارے میں ہی ان کے وطن کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

وطن کی خاطر....

نشانِ حیدر کا اعزاز پانے والے کمسن پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید کے یومِ پیدائش (17 فروری) پر خصوصی تحریر

عبید اللہ

''علی بیٹے! تم کہاں ہو؟ اِدھر آؤ! یہ دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟'' ابو جان گھر میں داخل ہوتے ہی پکارنے لگے۔

17 فروری... آج علی کی سالگرہ کا دن تھا۔ علی اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کی عمر گیارہ برس تھی۔ اس کے بابا اس کی ہر سالگرہ پر کوئی نہ کوئی خاص تحفہ اسے ضرور دیتے تھے۔

علی کے بابا ایک انجینئر تھے۔ انہیں کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ علی کو بھی مطالعے کا شوق ورثے میں ملا تھا۔ گزشتہ سالگرہ پر اس کے بابا نے اسے پاک فضائیہ کے بہادر پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشانِ حیدر) کی شخصیت پر لکھی ایک کتاب تحفے میں دی تھی جسے وہ کئی بار پڑھ چکا تھا۔ یہ اسی کتاب کا اثر تھا کہ اس کے دل میں پاک فضائیہ میں شامل ہونے کی شدید خواہش پیدا ہوگئی تھی۔

علی کا معمول تھا کہ وہ سکول سے واپس گھر آتا تو اکثر اپنے کزن کے ساتھ مختلف جہازوں کے کھلونوں سے کھیلتا رہتا۔ اس کے مشاغل کو سامنے رکھتے ہوئے بابا نے اسے اس طرح کے بہت سے کھلونے لا کر دیے تھے جو اس نے اپنی الماری میں سلیقے سے سجا رکھے تھے۔

حسبِ معمول علی آج بھی اپنے کزن فاروق کے ساتھ انہی کھلونوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔ اس نے بابا کی آواز سنی تو ان کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس کا کزن فاروق بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ علی کی امی بھی آواز سن کر وہاں پہنچ گئیں اور وہ سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

''علی... سالگرہ مبارک! یہ دیکھو! آج میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟'' بابا نے خوبصورت پیکنگ میں لپٹا ایک ڈبہ علی کی طرف بڑھا دیا۔ علی ڈبے کو ہاتھوں میں لے کر اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس نے بابا جان کا شکریہ ادا کیا اور ڈبہ جلدی سے کھولنے لگا۔ سب اس میں موجود گفٹ کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔

ڈبہ کھلا تو اس میں علی کے پسندیدہ جہاز ماک فضائیہ کے طیارے جے ایف 17 تھنڈر کا خوبصورت ماڈل تھا۔ علی اسے دیکھ کر خوشی سے اچھلنے لگا۔

''فاروق! کیا تم اس فائٹر طیارے کے بارے میں جانتے ہو....؟''

فاروق بڑے اعتماد سے علی کو دیکھنے لگا اور پھر بولا: ''بالکل جانتا ہوں... یہ جے ایف 17 تھنڈر لڑاکا طیارہ ہے۔ اس میں ہی سوار ہو کر حسن صدیقی نے 27 فروری 2019ء کو بھارتی طیاروں کو مار گرایا تھا۔''

''شاباش!'' فاروق کی اس قدر معلومات پر بابا جان تالیاں بجائے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے فاروق کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''تم پاک فضائیہ میں شامل ہو کر حسن صدیقی بننا۔''

''جی چچا جان! انشاءاللہ''

''...اور میں راشد منہاس جیسا بنوں گا...'' علی جوش سے بولا۔

''راشد منہاس...؟'' فاروق سوالیہ نظروں سے علی کی طرف دیکھنے لگا۔ علی سمجھ گیا کہ اسے راشد منہاس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ وہ جلدی سے راشد منہاس پر لکھی ہوئی کتاب اُٹھا لایا۔

''یہ دیکھو! یہ ہیں پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید، نشانِ حیدر....''

''ہاں! مجھے یاد آ گیا، مگر مجھے ان کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔'' فاروق افسردگی سے بولا۔

''کوئی بات نہیں... اس کتاب میں ان کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ تم اسے اپنے پاس رکھ لو، پڑھ کر واپس کر دینا۔ میں تمہیں ان کی شہادت کے بارے میں بتاتا ہوں تاکہ تم ان کی جانبازی اور دلیری سے آگاہ ہو سکو۔'' یہ کہہ کر علی کتاب کے صفحے

الٹ پلٹ کرنے لگا۔ پھر ایک صفحے پر غور کرتے ہوئے بولا:

''20 اگست 1971ء کا دن تھا، صبح گیارہ بجے ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔ پائلٹ آفیسر راشد منہاس اپنے ٹی 33 جیٹ ٹرینر طیارے پر اپنی دوسری سولو فلائٹ کے لیے تیار تھے۔ ان کا تعلق پاک فضائیہ کے فائٹر کنورژن یونٹ نمبر 2 سے تھا۔ انہوں نے تمام آلات کو چیک کیا اور طیارے کا انجن سٹارٹ کر دیا۔ گراؤنڈ سٹاف نے انہیں اُڑان بھرنے کا اشارہ دیتے ہوئے سلیوٹ کیا۔ راشد منہاس نے اپنا طیارہ ابھی رن وے کی جانب بڑھایا ہی تھا کہ ان کے ایک بنگالی انسٹرکٹر نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ انسٹرکٹر غدار تھا اور اس طیارے کو ہندوستان لے جانا چاہتا تھا تاکہ اس میں موجود حساس معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی عزت و وقار کو پامال کر سکے۔

اس کے خطرناک ارادوں سے بے خبر راشد منہاس نے جونہی طیارہ روکا، وہ انسٹرکٹر کاک پٹ میں داخل ہو گیا۔ طیارے نے اُڑان بھری تو انسٹرکٹر نے اپنے ناپاک ارادے کے مطابق اس کا رخ ہندوستان کی جانب کر دیا۔ یہ دیکھ کر نوجوان راشد کا ماتھا ٹھنکا۔ اس کی چھٹی حس نے خطرے کا الارم بجایا۔ اسی دوران اسے کنٹرول ٹاور سے پیغام ملا کہ طیارے کا رخ درست سمت میں نہیں ہے۔ راشد نے، جو انسٹرکٹر کی نیت بھانپ چکے تھے جواب میں واضح کیا کہ طیارہ ہائی جیک ہو چکا ہے۔ تصدیق ہو جانے کے بعد کنٹرول ٹاور نے انہیں احکامات جاری کیے کہ کسی صورت بھی طیارہ سرحد پار نہ جانے پائے۔

اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ نوجوان پائلٹ آفیسر کی شجاعت و بہادری اور حب الوطنی کی ایک بے مثال داستان بن گئے۔ دوران پرواز راشد منہاس نے طیارے کا کنٹرول حاصل کرنے

راشد منہاس شہید نشانِ حیدر

فضائیہ کا جوان راشد
شجاعتوں کا نشان راشد
خُدا کا خاص ارمغان راشد
خلوص کا ترجمان راشد
صداقت و حریّت کا پیکر
نشانِ حیدر نشانِ حیدر

اُڑا جو مسرور مستقر سے
فضا سے رحمت کے پھُول برسے
جو گزرا عہدِ وفا نظر سے
کہا یہ غدّارِ کینہ ور سے
ہے تیری سازش سے موت بہتر
نشانِ حیدر نشانِ حیدر

یہ بست سالہ جواں کی ہمّت
جوان عالی نشاں کی ہمّت
یہ ملک کے پاسباں کی ہمّت
یہ دین کے راز داں کی ہمّت
وطن پہ کی زندگی نچھاور
نشانِ حیدر نشانِ حیدر

شہید راشد، حسین گل رُو
شہید راشد، جمیل، خُوش خُو
شہید راشد کے خوں کی خُوشبو
بسی ہے باغ میں ہر سُو
مشامِ جاں جس سے ہے معطّر
نشانِ حیدر نشانِ حیدر

نذیر احمد عارف صدیقی

کے لیے انسٹرکٹر کو بزور بازو روکنا شروع کر دیا۔ دونوں دست بدست ایک دوسرے سے طیارے کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ہر گزرتے لمحے میں طیارہ سرحد کے قریب ہوتا جا رہا تھا... اب وطن پر جان دینے کا لمحہ آن پہنچا تھا۔ شہادت کے جذبے سے سرشار نوجوان پائلٹ جانتا تھا کہ اس کے وطن کی حرمت اس کی اپنی جان سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ اچانک اس نے ایک پروقار راستے کا انتخاب کیا اور طیارے کا رُخ زمین کی جانب موڑ دیا... چند لمحوں بعد ان کا طیارہ زمین سے ٹکرا گیا۔ اس طرح راشد منہاس وطن کی خاطر شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے۔ اس جرأت مندانہ فعل پر انہیں پاکستان کے اعلیٰ فوجی اعزاز 'نشانِ حیدر' سے نوازا گیا۔''

علی کتاب پر نظریں جمائے بڑے جوش سے پڑھ رہا تھا جبکہ فاروق کی آنکھوں میں یہ واقعہ سنتے ہوئے نمی سی آ گئی تھی۔ اس نے جلدی سے کتاب پکڑی اور اس کی پشت پر کتاب کے تعارف کو پڑھنے لگا۔ جس پر لکھا تھا:

''راشد منہاس 17 فروری 1951ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کا بچپن لاہور میں گزرا۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم راولپنڈی میں حاصل کی۔ انہیں بچپن سے ہی جہاز اُڑانے کا بے حد شوق تھا۔ وہ اپنے جیب خرچ کا بڑا حصہ لڑاکا طیاروں کے ماڈل خریدنے پر صرف کیا کرتے تھے۔ انہیں افواج پاکستان میں جانے کا بہت شوق تھا۔ 7 اگست 1965ء کو اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''آج میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ مسلح افواج کے تین شعبوں میں سے کسی ایک کا حصہ ضرور بنوں گا۔''

راشد منہاس نے O اور A لیول کے امتحانات اعزازی نمبروں کے ساتھ پاس کیے اور 18 برس کی عمر میں پی اے ایف کالج لوئر ٹوپہ میں داخل ہو گئے۔ ان کا شمار کالج کے بہترین مقررین میں ہوتا تھا۔ وہاں سے ابتدائی تربیت مکمل کرنے کے بعد اگست 1969ء میں انہوں نے پی اے ایف اکیڈمی رسالپور میں شمولیت اختیار کی۔

14 مارچ 1971ء راشد منہاس کی زندگی کا ایک تاریخی اور یادگار دن تھا کیونکہ اس روز ان کے کندھوں پر پاک فضائیہ کے پائلٹ آفیسر کے رینکس آویزاں کیے گئے تھے۔ اپنے اہل خانہ کے ساتھ چند روز گزارنے کے بعد پائلٹ آفیسر کی حیثیت سے مسرور بیس پہنچے جہاں انہیں کورس میں حصہ لینا تھا۔ فلائنگ ٹریننگ کے مراحل کے دوران ہی 20 اگست 1971ء کو شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے۔'' یہ پڑھ کر فاروق نے کتاب بند کر دی اور بھرپور عزم سے بولا: ''راشد منہاس کی طرح آج میں بھی تہیہ کرتا ہوں کہ وطن کی حفاظت کے لیے بری، بحری اور فضائی افواج میں سے کسی ایک کا حصہ بنوں گا۔'' فاروق کے جوش و ولولے کو دیکھ کر علی نے اسے گلے سے لگا لیا۔

پاکستان کا ایثار ہمارے لیے یادگار ہے!

پاکستان میں مقیم ایک افغان طالب علم کے تاثرات

شہاب اکبر

پاکستانی عوام نے جس طرح 40 سال سے لاکھوں افغان مہاجرین کے لیے اپنے ملک کی سرحدیں اور دل کھول رکھے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہاں افغان مہاجرین بچوں کی تعلیم و تربیت، کھیل کود اور انہیں مہارت سکھانے کے لیے بہت سے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔حکومت پاکستان اور شہریوں نے انہیں یہاں گھر جیسا ماحول فراہم کیا ہے اور انہیں تعلیم، ہنر، صحت اور روزگار فراہم کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے۔

مردان میں رہائش پذیر دسویں جماعت کے طالب علم محمد نعیم کا تعلق افغانستان سے ہے۔ وہ آٹھ بہن بھائی ہیں جن میں بڑے پانچ اسکول میں پڑھتے ہیں۔اسکول سے فارغ ہو کر وہ دینی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسے بھی جاتے ہیں۔

محمد نعیم اپنے بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ان سے بڑے بھائی جاوید اختر نے ایف اے کر لیا ہے اور اب وہ مدرسے میں زیر تعلیم ہیں جبکہ ان کی تین بہنیں بھی قریبی گورنمنٹ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

محمد نعیم کا کہنا ہے کہ اساتذہ کی محنت اور پیار محبت کی بدولت انہوں نے خود پانچویں جماعت میں اور اب نویں جماعت میں پوزیشن حاصل کی ہے۔انہوں نے بتایا کہ ان کے چھوٹے بھائی محمد حامد نے گزشتہ دنوں

مردان بورڈ کے زیر اہتمام ہونے والے آٹھویں جماعت کے امتحانات میں اپنے اسکول میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

انہوں نے بتایا کہ انہیں ہر سال حکومت کی طرف سے نئی جماعت کے لیے مفت کتابیں مہیا کی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ انہیں ماہانہ وظیفہ بھی ملتا ہے جس سے وہ اپنی دیگر علمی ضروریات پوری کرتے ہیں۔پاکستان کا افغانستان کے لوگوں کے لیے ایثار بے مثال ہے جسے ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

محمد نعیم بتاتے ہیں کہ انہیں پاکستان سے محبت ہے۔میں نے خود کو

کبھی یہاں اجنبی محسوس نہیں کیا۔ یہاں میرے بہت سے دوست ہیں۔ ہماری بول چال، لباس اور ثقافت میں کوئی فرق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ ان کے دوست بھی ان سے اپنی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ سب اکٹھے پڑھتے اور کھیلتے ہیں۔

چودہ سالہ محمد نعیم سکول اور مدرسے سے فارغ ہو کر شام کو علاقے کی فارمیسی میں کام بھی کرتے ہیں۔ وہ ادویہ سازی میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ جب وہ اپنی پڑھائی مکمل کر لیں گے اس شعبے میں مہارت حاصل کریں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ملک افغانستان میں اس شعبے میں کام کرنے کی کافی ضرورت ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ جب وہ اپنے وطن جائیں گے تو اس شعبے کے ذریعے اپنے لوگوں کی خدمت اور مدد کریں گے۔

محمد نعیم کی طرح اور بھی بہت سارے افغان بچے اپنے والدین کے ساتھ پاکستان میں مقیم ہیں۔ وہ پاکستان میں پڑھتے لکھتے، کھیلتے کودتے بڑے ہو رہے ہیں۔ وہ پاکستان اور اس کے لوگوں سے اپنی محبت کا تہہ دل سے اعتراف کرتے ہوئے پاکستان افغانستان دوستی کے فروغ کے لیے پرعزم ہیں۔ سب سے بڑھ کر وہ زیور تعلیم اور ہنر سے آراستہ ہو کر مستقبل میں اپنے وطن افغانستان کی ترقی اور خوشحالی میں بھرپور کردار ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ☒☒

آرمی پبلک سکول وکالج برائے طالبات ہمایوں روڈ راولپنڈی میں

چیف آف آرمی سٹاف ایکسیلینس ایوارڈ کی تقریب

ریحانہ ناصر

آرمی پبلک سکول وکالج برائے طالبات ہمایوں روڈ راولپنڈی میں چیف آف آرمی سٹاف ایکسی لینس ایوارڈ (2021-2019ء) کی پروقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ کمانڈر ائیر ڈیفنس کمانڈ لیفٹیننٹ جنرل محمد ظفر اقبال اور بیگم لیفٹیننٹ جنرل محمد ظفر اقبال نے چیف آف دی آرمی سٹاف کی طرف سے اس تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔

تقریب میں ائیر ڈیفنس کمانڈ جی ایچ کیو اور کیو ایم جی ریجن کے سکولوں میں فیڈرل بورڈ کے سالانہ امتحانات برائے جماعت دہم اور سال دوم (2021-2019ء) میں شاندار کارکردگی پیش کرنے والے طلباء میں انعامات، کیش پرائز، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ تقسیم کیے گئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کل 34 میں سے 18 انعامات آرمی پبلک سکول وکالج برائے طالبات ہمایوں روڈ کی ہونہار طالبات نے حاصل کیے جو بلاشبہ کالج کے پرنسپل بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) مقبول احمد اور اساتذہ اور طلبہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔

اس ادارے کی ذہین طالبہ عائشہ مقبول نے ایف ایس سی پارٹ ٹو 2019ء کے سالانہ امتحانات میں فیڈرل بورڈ میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور دو لاکھ روپے کیش، لیپ ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ کا انعام حاصل کیا۔ اسی طرح اس ادارے کی ایک اور طالبہ سائرہ اظہر نے بھی ایف ایس سی پارٹ ٹو کے سالانہ امتحانات 2020ء میں فیڈرل بورڈ میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے پر دو لاکھ روپے کیش، لیپ ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ انیسہ راشد ایف ایس سی پارٹ ٹو (پری میڈیکل) 2020ء کے سالانہ امتحانات میں فیڈرل بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کرنے پر ایک لاکھ روپے، لیپ ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ کی حقدار قرار پائیں جبکہ ماہ نور فاطمہ نے ایف ایس سی پارٹ ٹو 2020ء (پری میڈیکل) میں فیڈرل بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے پر 75 ہزار روپے، لیپ ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اقراء انجم نے میٹرک 2020ء کے سالانہ امتحانات میں فیڈرل بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کرنے پر ایک لاکھ روپے کیش، لیپ ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اسی طرح ونیزہ نعیم ایف ایس سی پارٹ ٹو 2021ء (پری میڈیکل) میں فیڈرل بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کرتے ہوئے 75 ہزار روپے، لیپ

ٹاپ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ کے انعام کی مستحق قرار پائیں۔فیڈرل بورڈ کے سالانہ امتحانات برائے جماعت دہم تا سال دوم 2021-2019ء میں چوتھی پوزیشن حاصل کرنے پر اس ادارے کی تین طالبات کو پچاس ہزار روپے، ٹیبلٹ اور چیف آف آرمی سٹاف کی تعریفی اسناد دی گئیں۔ پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات نے بھی پچاس ہزار روپے ،ٹیبلٹ اور چیف آف آرمی سٹاف کا تعریفی سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

آرمی پبلک سکول و کالج ہمایوں روڈ نے اس سال ایف ایس سی پارٹ ون اور ٹو میں شاندار تعلیمی نتائج پیش کر کے اپنی علمی سبقت برقرار رکھی۔

کالج کی ہونہار طالبہ مناہل راشد نے 1077 نمبر حاصل کر کے فیڈرل بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کرتے ہوئے کالج کا نام روشن کیا۔169 طالبات نے 1000 اور اس سے زائد نمبر حاصل کیے جبکہ 343 طالبات نے A1 (80% فیصد اور زائد نمبر) حاصل کر کے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ 68 طالبات نے A گریڈ کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔اسی طرح ایف ایس سی پارٹ ون 2022ء میں بھی قابل داد کارکردگی سامنے آئی۔کل 455 طالبات (پری میڈیکل، پری انجینئرنگ اور جنرل سائنس) سالانہ امتحانات سال اوّل میں شریک ہوئیں۔121 طالبات نے 90% فیصد اور اس سے زائد نمبر حاصل کر کے شاندار کامیابی حاصل کی جبکہ 305 طالبات نے A1 گریڈ (80% فیصد اور زائد نمبر) حاصل کر کے اپنی محنت کا ثمر پایا۔اسی طرح 107 طالبات A گریڈ کے ساتھ کامیاب ہوئیں۔اس طرح یہ تعلیمی ادارہ اپنے پرنسپل اور قابل اساتذہ کی بہترین حکمت عملی کے ساتھ خوب سے خوب تر کی طرف گامزن ہے۔مہمانِ خصوصی لیفٹیننٹ جنرل محمد ظفر اقبال نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے طلبا کی شاندار کارکردگی کو سراہا اور پاکستان کی ترقی اور خوشحالی میں بہترین کردار ادا کرنے کے لیے انہیں خوب محنت کرنے کی تلقین کی۔

علم کی روشنی

محمد نوید مرزا

علم کی روشنی کو اگر جان لو
زندگی کیا ہے، اس کو بھی پہچان لو

علم ہے اس اندھیرے میں روشن مثال
علم کے ارتقاء کو نہیں ہے زوال

علم سے آدمی آج انسان ہے
علم سے شوکتیں، علم سے شان ہے

علم ہے ظلمتوں میں چراغِ حیات
علم سے ہے درخشاں یہ سب کائنات

اس سے بڑھ کر کوئی اور ہو کیا کمال
علم کرتا ہے انسان کو باکمال

انوکھا تحفہ

فرزین لہرا

دادی جان کی سالگرہ قریب آرہی تھی۔ اسماء اور رضوان سارا دن سوچ بچار کرتے رہتے تھے کہ آخر انہیں ایسا کون سا تحفہ دیا جائے جو اُن کے من کو بھا جائے۔ دادی جان کے پاس اللہ کے فضل و کرم سے ہر چیز موجود تھی۔ ایسے میں انہیں کوئی خاص چیز بطور تحفہ دینا ایک مشکل کام معلوم ہوتا تھا۔

یہی خیال ان دونوں کو گھر کے قریب موجود ایک کان میں لے گیا۔ وہاں موجود مختلف چیزوں میں قیمتی گلدان، زیورات رکھنے کے ڈبے، دیدہ زیب پینٹنگز اور نفیس برتنوں کے علاوہ شیشے سے بنے ہوئے نازک شوپیس بھی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ اسماء اور رضوان ہر چیز اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے لیکن پھر سوچتے کہ ایسی چیزیں تو دادی جان کے پاس پہلے ہی موجود ہیں۔ آخر ایسا کیا خاص تحفہ دیں کہ وہ خوشی سے اچھل پڑیں۔

دکان کے مالک ان کے دادا جان کے دیرینہ دوست تھے جنہیں سارے بچے بڑے آغا جی کہہ کر بلاتے تھے۔ آغا جی کافی دیر سے بچوں کو دیکھ رہے تھے۔ آخر ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے بچوں کے پاس جا کر پوچھا:

"ہاں بھئی بچو! کچھ پسند نہیں آرہا... کیا میں آپ لوگوں کی مدد کر سکتا ہوں؟"

اسماء نے ہاتھ میں پکڑا کانچ کا پیالا واپس شیلف پر رکھتے ہوئے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگی:

"ہمیں اپنی دادی جان کے لیے کوئی خاص چیز چاہیے۔"

"کوئی ایسی چیز جو بہت ہی یونیک ہو اور انہیں بے حد پسند آئے۔"

رضوان نے وضاحت سے بتانا ضروری سمجھا۔

"ہمم... تو یہ بات ہے... صرف تحفہ نہیں دینا بلکہ انوکھا تحفہ دینا ہے۔" آغا جی بچوں کی بات سن کر مسکرائے۔

"آؤ میرے ساتھ۔" آغا جی انہیں اپنے ساتھ لیے کاؤنٹر پر آگئے جہاں ان کی ساری چیزیں بڑے سلیقے سے پڑی تھیں۔ رضوان کی نظر ان کی میز پر رکھے نزدیک کے چشمے، کاغذات، کارڈز، کچھ ادویات سے پھسلتی ہوئی ایک پرانے سے ریڈیو پر جا ٹکی:

"آغا جی! یہ ریڈیو ہے نا؟"

آغا جی جو دراز میں سے کچھ نکال رہے تھے، اس سوال پر چونک کر سیدھے ہوئے اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے بتانے لگے:

"جی بیٹا! یہ ریڈیو ہی ہے۔ اب تو ہر فون میں ریڈیو ہوتا ہے لیکن اس ریڈیو سے مجھے خاص محبت ہے۔ یہ اُس وقت کا ہے جب میری واحد تفریح ریڈیو سننا ہی ہوتی تھی۔"

"ریڈیو کیسے تفریح کا ذریعہ ہوسکتا ہے؟ اس میں تو بورنگ خبریں ہی آتی ہوں گی؟" اسماء نے حیرت سے پوچھا۔

آغا جی نے قہقہہ لگایا۔ "آج کل کے دَور میں تفریح کے بے پناہ ذرائع موجود ہیں۔ ہم نے تو وہ وقت بھی دیکھا ہے جب ابلاغ عامہ کا واحد ذریعہ صرف اور صرف ریڈیو ہی ہوا کرتا تھا۔ اس میں صرف خبریں نہیں بلکہ دینی پروگرامز، کوئز، قومی نغمے، ترانے، کسوٹی، بچوں کی دنیا اور نہ جانے کتنے ہی دلچسپ پروگرام نشر ہوا کرتے تھے۔ گھر میں ہر وقت ریڈیو چلا کرتا تھا۔

بچے، بوڑھے، مرد، خواتین سارے ہی ریڈیو کے آس پاس منڈلایا کرتے تھے اور اپنے کام بھی اسی کے اطراف میں کیا کرتے تھے۔ جہاں تک خبروں کی بات ہے تو ایک خبر ایسی بھی تھی جس کا سحر آج تک دل میں بسا ہوا ہے۔ اس جیسی خوش خبری میں نے کبھی نہیں سنی۔"

"کیسی خوش خبری؟ کیا آپ کو کوئی انعام مل گیا تھا؟" بچوں نے تجسس سے پوچھا۔

"انعام ہی سمجھو! بہت بڑا انعام... مجھے ہی نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے آزادی کا انعام دیا اور 14 اگست 1947 کو ہمارا پیارا وطن پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ اس رات ہم نے سنا: ''یہ آل انڈیا ریڈیو ہے، ہمارے اگلے اعلان کا انتظار کیجیے۔'' اور اگلا اعلان تھا: ''یہ ریڈیو پاکستان ہے۔ آپ کو پاکستان مبارک ہو!'.... یہ اعلان ہوا تھا کہ ہم سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے علاوہ 1965 کی جنگ کے دوران نشر کیے جانے والے ملّی نغمے ہمیں جذبہ حبُ الوطنی سے سرشار رکھنے کے علاوہ اس مشکل دَور میں ہماری ہمت بھی بندھایا کرتے تھے۔ ریڈیو سے ایک پرانا رشتہ ہے اور کوئی بھی چیز اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔''

آغا جی جذبات میں کہتے چلے گئے اور بچے دم بخود ان کی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھ رہے تھے۔ اچانک اسماء کے ذہن میں خیال آیا۔

''کیوں نا دادی جان کو بھی ریڈیو تحفے میں دے کر انہیں ماضی کی سیر کروائی جائے؟'' رضوان اس آئیڈیا پر داد دیے بغیر نہ رہ سکا اور جوش سے کھڑا ہو گیا۔

''واہ کیا بہترین آئیڈیا ہے، زبردست!''

آغا جی بھی تائید میں سر ہلانے لگے، ''ہاں یہ ویسا ہی تحفہ ہے جیسا تم لوگ دینا چاہ رہے تھے بلکہ رکو میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔ میرے ایک دوست کا نادر (rare) اشیاء کا اسٹور ہے۔ اس کے پاس ضرور کوئی اچھا قدیم ریڈیو ہوگا۔'' یہ کہہ کر آغا جی نے فون ملایا اور تھوڑی ہی دیر میں اُن کے دوست کی دکان سے ایک ملازم کچھ ریڈیو لے آیا۔

آغا جی نے خود سارے ریڈیو چیک کیے اور ان میں سے ایک کو بہترین قرار دیتے ہوئے چن لیا۔ بچوں نے قیمت ادا کی اور آغا جی کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہوئے ریڈیو کو چمکدار کاغذ میں لپیٹ کر سرخ ربن سے مزین کر کے گھر لے آئے۔ اس وقت دادی جان اپنے اسمارٹ فون سے پھپھو کے ساتھ ویڈیو کال پر بات کر رہی تھیں۔

''بات سنو! بھئی، ہماری دادی جان اور آغا جی کے مزاج میں بہت فرق ہے۔ آغا جی ابھی تک بنا انٹرنیٹ والا سادہ فون استعمال کرنے والے اور پرانی چیزوں کو پسند کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ ہماری دادی جان تو مکمل نئے دور کے ساتھ ڈھل چکی ہیں۔ کہیں ریڈیو کو بطورِ تحفہ پسند کر کے کوئی غلطی تو نہیں کر دی؟'' رضوان نے پریشانی سے اسماء کے کان میں سرگوشی کی۔ اس سے پہلے کہ اسماء کچھ کہتی دادی جان کی نظر اُن سے ہوتی ہوئی تحفے پر رُک گئی۔

"السلام علیکم بچو! یہ کیا لائے ہیں، بھئی؟''

''سالگرہ مبارک ہو دادی جان!'' بچوں نے ان کے گلے لگ کر کہا اور پھر ڈرتے ڈرتے تحفہ دادی جان کے حوالے کیا۔

دادی جان نے دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر تحفہ کھولا۔ ریڈیو دیکھتے ہی ان کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا، "ریڈیو!'' وہ زیرلب بڑبڑائیں۔

'' آپ کو پسند نہیں آیا؟ یہ واپس کر کے کچھ اور بھی لے سکتے ہیں۔'' اسماء نے جلدی سے کہا۔

''یہ میری زندگی کا بہترین تحفہ ہے بچو! آج آپ نے مجھے میرے بہترین دوست سے ملوا دیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ فروری میں صرف میری ہی سالگرہ نہیں آتی بلکہ ریڈیو کا عالمی دن بھی تیرہ فروری کو منایا جاتا ہے۔'' دادی جان نے خوشی سے بھرپور آواز میں جواب دیا۔

اس دن دادی جان کو بہت سارے تحائف ملے جس میں ابو کے دیے ہوئے سونے کے بندوں سے لے کر باقی تحائف جن میں ڈیزائنر سوٹ اور قیمتی گھڑی بھی شامل تھی لیکن وہ ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر ریڈیو کے بارے میں بتاتی رہیں۔ انہیں خوش دیکھ کر گھر والے بھی خوش ہو گئے اور بچوں کو ایک بہترین تحفہ پسند کرنے پر شاباش ملی۔ ⊠⊠

نویدِ صبحِ آزادی

رات کے گیارہ بج کر پچاس منٹ

''یہ آل انڈیا ریڈیو لاہور ہے، آپ ہمارے اگلے اعلان کا انتظار کیجیے۔''

''یہ ریڈیو پاکستان ہے۔ آپ کو پاکستان مبارک ہو!''

مصطفیٰ علی ہمدانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ریڈیو پر پہلا اعلان آزادی ان کی آواز میں سنا گیا۔ انہوں نے پاکستان بننے کا یہ اعلان لاہور ریڈیو پر اردو اور انگریزی میں کیا۔ اس طرح وہ اور ان کے یہ الفاظ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

مصطفیٰ علی ہمدانی 29 جولائی 1909ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اورینٹل کالج سے گریجویشن کی۔ وہ اردو، انگریزی، عربی اور فارسی سمیت سات زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ 1938 میں انہوں نے لاہور اسٹیشن سے اپنے فنی سفر کا آغاز کیا اور 1969ء میں لاہور سے ہی چیف اناؤنسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ کا آغاز ہوا تو جذبہ حب الوطنی نے انہیں گھر نہ بیٹھنے دیا اور رضا کارانہ طور پر اپنی آواز اور تبصروں کے ذریعے قوم کے جذبوں کو ابھارتے رہے۔ انہوں نے 21 اپریل 1980ء کو وفات پائی۔

کتابوں سے دوستی!

مریم صدیقی

"ارے بھئی! یہاں اتنا شور کیوں ہے؟ کس چیز کی تیاریاں چل رہی ہیں؟" بابا آوازوں کا تعاقب کرتے ہوئے بچوں کے کمرے میں آئے تو دعا، فاطمہ، حسن اور احمد کو کتابوں میں گھرے دیکھا۔ مختلف رنگوں اور سائز کی کتابیں اور کتابچے ان کے قریب رکھے ہوئے تھے۔ وہ چاروں ایک ساتھ نہ جانے کس مدعے پر اظہارِ خیال کر رہے تھے۔ بابا جان کی آواز پر سب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے بیٹا؟ یہاں آیئے آپ سب ذرا..." بابا جان کے بلانے پر وہ چاروں سارا کام چھوڑ کر ان کے پاس آ گئے۔

"بابا جان! آپ کو پتا ہے کہ ہمارے اسکول میں دو دن بعد کتاب میلہ ہے۔ یہ سب اسی کی تیاریاں ہیں۔ میں ان لوگوں سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے جیب خرچ سے اچھی اچھی کتابیں خریدوں گی لیکن حسن اور احمد چاہتے ہیں کہ میں کتابیں خرید کر پیسے ضائع نہ کروں۔" بات کے اختتام پر دعا کا لہجہ افسردہ تھا۔ ان چاروں میں وہی سب سے زیادہ مطالعے کی شوقین تھی۔ یہ شوق اسے اپنے بابا جان سے وراثت میں ملا تھا۔

"اچھا تو اس کتاب میلے میں کیا ہوگا؟ اور آپ لوگ دعا سے ایسا کیوں کہہ رہے ہیں کہ کتابیں خریدنے سے پیسے ضائع ہوں گے؟" بابا جان نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جواب خاموشی سے دبکے بیٹھے تھے۔

"ہم تو بس یہ کہہ رہے تھے کہ کچھ پیسوں سے کتابیں خرید لیں گے، باقی پیسوں سے کھانے کی چیزیں..." کھانے کے شوقین احمد کی طرف سے جواب آیا۔

"تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے، کتابیں خریدنے کے پیسے آپ ہم سے لے لیجیے۔ بیٹا! یاد رکھیے... کتابوں اور علم کے حصول پر خرچ کیے گئے پیسے اور وقت کبھی ضائع نہیں ہوتے بلکہ یہ آپ کو تاعمر فائدہ پہنچاتے ہیں۔" بابا جان نے پیار سے سمجھایا۔

"آپ کو پتا ہے بابا، ہمارے اسکول میں پہلی مرتبہ کتاب میلے کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اس میں اسکول کی جانب سے کتابوں کے اسٹالز لگیں گے، کہانی سنانے کا مقابلہ بھی ہوگا اور بھی بہت سارے مزے دار مقابلے کروائے جائیں گے۔" حسن نے کہا۔

"ارے بھئی، مقابلے مزے دار نہیں دلچسپ ہوتے ہیں۔" بابا جان نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی۔

"بابا جان! ہماری ٹیچر نے کہا ہے کہ ہم چاہیں تو اپنے گھر سے پرانی کتابیں لا کر بھی وہاں فروخت کر سکتے ہیں اور ان پیسوں سے ہی نئی کتابیں خرید سکتے ہیں۔" دعا نے مزید معلومات فراہم کیں جس پر سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اسی لیے ہم اپنی ساری پرانی کتابیں نکال کر ان پر نئے نئے پھول والے کور چڑھا رہے ہیں تاکہ ہم بھی انہیں دوسرے بچوں کو پڑھنے کے لیے

دے سکیں۔ ٹیچر نے بتایا ہے کہ یہ بھی علم بانٹنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر ہم ایک کتاب پڑھ کر اسے آدھی قیمت میں یا تحفتاً کسی کو دے دیں تو ہم علم بانٹنے والے بن جائیں گے۔ ہمارے پاس تو کتنی ساری کتابیں ہیں، یہ دیکھیں۔۔" فاطمہ کے کہنے پر بابا جان نے اثبات میں سر ہلایا اور شفقت سے ان سب کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

"بالکل! بات تو درست ہے۔۔۔ جو کتابیں آپ نے پڑھ لی ہیں انہیں الماری میں کسی کونے میں رکھنے کے بجائے اپنے کسی دوست کو دے دیجیے، یہ ایک اچھی عادت ہے بلکہ آپ سب دوست چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ جس نے جو کتاب مکمل پڑھ لی، اب وہ اسے اپنے کسی دوست کو پڑھنے کے لیے دے دے۔ آپ کو معلوم ہے ہم سارے دوست بھی بچپن میں ایسے ہی کتابوں کا تبادلہ کیا کرتے تھے۔" بابا جان نے لمحہ بھر کے لیے توقف کیا۔

"تبادلہ؟ وہ کیسے بابا؟" حسن نے سوال کیا۔

حسن کے سوال پر بابا جان مسکرائے۔ ان کے ذہن میں بچپن کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ وہ ایک لمحے میں اپنے بچپن میں جا پہنچے تھے، کیسے وہ سارے دوست مطالعے کے شوقین ہوا کرتے تھے اور ہر نئی چھپ کر آنے والی کتاب کو جلد سے جلد حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے۔ کبھی اسکول لائبریری تو کبھی کیفے ٹیریا میں بیٹھ کر کتابوں پر تبصرہ کرتے تھے۔ کتابوں سے یہی محبت انہوں نے اپنے بچوں کے دلوں میں بھی ڈالی تھی۔ وہ انہیں وقتاً فوقتاً مطالعہ کرنے کی تاکید کرتے رہتے تھے اور کتابیں پڑھنے کے فوائد بھی بتاتے تھے۔ اسی لیے ان چاروں کو چھوٹی عمر ہی سے کتابیں پڑھنے کی عادت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے بچے بھی ان کی طرح بچپن میں ہی کتابوں سے دوستی کر لیں۔

"بابا بتائیں نا، آپ کتابوں کا تبادلہ کیسے کرتے تھے؟"، فاطمہ کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے باہر آئے۔

"وہ ایسے کہ ہم پانچ دوست ہر مہینے کے آغاز میں ایک ایک نئی کتاب خرید لیتے اور ایک ہفتے میں اسے مکمل پڑھ لیتے۔ مکمل پڑھ لینے کے بعد میں اپنی کتاب دوسرے دوست کو دے کر اس کی کتاب پڑھنے کے لیے لے لیتا اور وہ میری۔ ایسے ہی ہم پانچوں اپنی اپنی کتاب پڑھنے کے بعد ایک دوسرے کو دے دیا کرتے تھے۔ اس طرح ہم ہر مہینے ایک کتاب کے پیسوں میں پانچ کتابیں پڑھ لیتے تھے اور ساری کتابیں پڑھنے کے بعد اپنی ہی جماعت کے نئے پانچ بچوں کو وہ دے دیتے تھے اور پھر اگلے ماہ نئی کتابیں خرید لیتے تھے۔ ایسا کرنے میں ہمیں بہت مزا آتا تھا"، بابا جان نے ایک دلچسپ ترکیب بتا کر ان سب کو حیران کر دیا تھا۔

"یہ تو بہت عمدہ ترکیب ہے اور آسان بھی۔ اس طرح تو ہم ان کتابوں میں کتنی ساری کہانیاں پڑھ سکتے ہیں" کہانیوں کے ذکر سے دعا کے منہ میں پانی آ گیا۔

"ہاں بابا ایسا تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔ ہم سب اپنے اپنے جیب خرچ سے ہر مہینے ایک نئی کتاب خریدیں اور اسے پڑھنے کے بعد ایک دوسرے کو دے دیں۔۔۔"، احمد کی بات پر سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں یہ تجویز کتاب میلے میں آئے سب بچوں کو بھی دوں گی۔"، فاطمہ نے چہکتے ہوئے کہا۔

"اور میں اپنی ساری سہیلیوں سے کہوں گی کہ ہم سب بھی مل کر ایسے ہی کتابیں پڑھیں گے، کتنا مزا آئے گا نا" دُعا کی بات پر سب نے اثبات میں سر ہلایا۔ بابا جان نے انہیں آج کتابوں سے دوستی کرنے کی ایک نئی ترکیب بتائی تھی جس پر وہ سب نہ صرف خود عمل کرنے والے تھے بلکہ اس کے بارے میں سب دوستوں کو بھی بتانے والے تھے۔

کیا آپ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور آپ بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ☒☒

بادشاہ اور شاہی حکیم

اسلم ممتاز

کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی دولت، جاہ وجلال، فوجی قوت اور شہرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسے اپنے اردگرد کی ریاستوں کے بادشاہوں میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس کے دو خوبصورت بیٹے تھے جن سے وہ بے حد پیار کرتا تھا۔ ملکہ عالیہ نہایت خوش مزاج تھیں۔ یہ سب بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون تھے۔ فوج بھی کثیر تعداد میں موجود تھی۔ اس کے لشکر میں ہاتھی اور گھوڑے تھے جو میدان جنگ میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے اور ان کی صفوں میں ہلچل مچا دیتے۔ بادشاہ کے پاس ایک بہت خوبصورت اور قیمتی تلوار بھی تھی جو وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

اس کی سلطنت میں برہمن بھی موجود تھے۔ ان میں سے چند بادشاہ کے مشیر تھے جو اپنے دل میں بادشاہ سے مخاصمت رکھتے تھے۔ وہ کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے جب بادشاہ اور اس کی سلطنت کو کمزور کر کے اسے ختم کر سکیں۔ بالآخر انہیں ایک موقع مل گیا۔ ایک رات بادشاہ گہری نیند سو رہا تھا کہ اسے ایک خوفناک خواب میں ایک زوردار آواز آئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تاہم وہاں کچھ نہ تھا۔ وہ چند کروٹیں لینے کے بعد پھر سو گیا۔ دوسری مرتبہ اس نے خواب میں سرخ رنگ کی دو مچھلیاں دیکھیں جو اپنی دُم پر کھڑی ہو کر بادشاہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ایک بار پھر بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ اسے کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا معاملہ ہے۔ اسی دوران اس کی پھر آنکھ لگ گئی۔ تیسری بار اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک سانپ اس کی ٹانگوں سے لپٹا ہوا ہے۔ خوف کے مارے ایک بار پھر اس کی آنکھ کھل گئی جس کے بعد وہ سو نہ سکا۔ ساری رات بے چینی میں گزری۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے برہمن مشیروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا تا کہ اِن خوابوں کی تعبیر معلوم کی جا سکے۔ ایک بوڑھا برہمن آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت کو کچھ خطرات درپیش ہیں جن میں سب سے بڑا خطرہ آپ کی جان کو ہے۔ خواب میں سنی جانے والی آوازیں کسی بڑے خطرے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ دو مچھلیوں سے مراد آپ کے دونوں بیٹے اور سانپ سے مراد ملکہ عالیہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سب مل کر آپ کو قتل کر دیں۔ بادشاہ نے اپنے خوابوں کی ایسی تعبیر سنی تو پریشان ہو گیا۔ برہمن نے دیکھا کہ اس کی تدبیر کام کر گئی ہے تو کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! آپ اس مسئلے سے نجات حاصل کر سکتے ہیں مگر آپ کے لیے ایسا کرنا مشکل ہوگا۔ بادشاہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ مصیبت سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں اور ملکہ کو قتل کر دے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔ اس نے انہیں جانے کا کہا اور پریشانی کے عالم میں اپنی خواب گاہ میں جا کر لیٹ گیا۔

ملکہ جو اس صورتحال سے بے خبر تھی، نے بادشاہ کو پریشان دیکھا تو اس کا سبب دریافت کرنے لگی۔ بادشاہ نے اسے ساری بات بتا دی۔ ملکہ نہایت ذہین اور زیرک تھی۔ اس نے بڑے تحمل سے پوری بات سنی اور کہنے لگی کہ حضور کی زندگی کے لیے ہم ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہیں مگر میں اتنا ضرور کہوں گی کہ مشکل کی اس گھڑی میں آپ کو تحمل مزاجی اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ آنکھیں بند کر کے کسی پر اعتبار کر لینا کسی طرح بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ معاملہ حکیم کاریدون (شاہی حکیم) کے سامنے رکھیں۔ وہ صاحبِ بصیرت ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے میں وہ آپ کی ضرور مدد کریں گے۔ ملکہ کی تجویز پر بادشاہ نے فوراً حکیم کاریدون کو طلب کر لیا۔

حکیم کاریدون دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔ حکیم کاریدون مسکرا کر بولے: ''مجھے برہمنوں کی تعبیر میں فریب کی بو آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ خواب آپ کے لیے آسانیاں اور خوشیاں لے کر آنے والے ہیں۔ دو مچھلیوں سے مراد کوئی ایسی چیز ہے جو آپ کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن اس کا مقصد برا نہیں ہے۔ وہ آپ کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہے۔ سانپ سے مراد آپ کی وہ قیمتی تلوار ہے جو ہر وقت آپ کے پاس رہتی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس کی برکت سے آنے والے دنوں میں آپ کسی بڑی مہم میں فتح یاب ہوں گے۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ آپ کچھ دن انتظار کریں۔ اگر کچھ ایسا ہی ہو تو پھر سمجھ جائیں کہ میری بتائی ہوئی تعبیر سچی ہے۔ پھر آپ کو جو مناسب لگے، وہ کیجیے گا۔''

بادشاہ نے شاہی حکیم کی باتیں سنیں تو اسے کچھ اطمینان ہوا۔ بادشاہ نے اس کی فراست کی داد دی اور انتظار کرنے لگا۔ اتفاق سے اگلے ہی روز بادشاہ کے محل میں ہمسایہ ملک سے ایک چھوٹا سا قافلہ پہنچ گیا جس میں دو ہاتھی قیمتی جواہر اور ساز و سامان سے لدے ہوئے تھے۔ یہ تحفے اس ملک کے سلطان نے بادشاہ کے لیے بھجوائے تھے۔ اس طرح حکیم کاریدون کی بتائی ہوئی تعبیر سچ ثابت ہوئی اور بادشاہ کو بہت سارا مال و دولت مل گیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو خبر ملی کہ اس کی فوج کو ایک مہم میں کامیابی ملی ہے۔ اس طرح دوسری تعبیر بھی سچ ثابت ہوئی اور برہمن کے فریب کا پردہ چاک ہو گیا۔ بادشاہ نے حکیم کاریدون کو انعام و اکرام سے نوازا۔

دوستو! داستان کلیلہ و دمنہ میں بیان ہونے والا یہ قصہ بارہویں وصیت کی کہانی ہے جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مشکل وقت میں ہمیں کبھی بھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فیصلے سوچ سمجھ کر کرتا ہے تو وہ کسی مصیبت سے دوچار نہیں ہوتا۔

راستہ تلاش کیجئے

رنگ بھریئے

قہقہے

استاد (شاگرد سے): ''تم سکول دیر سے کیوں آئے؟''
شاگرد: ''جناب! میرا دس روپے کا سکہ گم ہو گیا تھا۔''
استاد (دوسرے شاگرد سے): ''اور تم کیوں دیر سے آئے؟''
دوسرا شاگرد: ''جناب! اس کے سکے پر میرا پاؤں تھا۔''

.....

استاد (شاگرد سے): ''نیم حکیم کسے کہتے ہیں۔''
شاگرد: ''وہ حکیم جو نیم کے درخت پر بیٹھا ہو۔''
استاد (غصے سے): ''تو پھر اسے خطرۂ جان کیوں کہتے ہیں؟''
شاگرد: کیوں کہ وہ گر سکتا ہے اور اس کی جان جانے کا خطرہ ہے۔''

.....

ایک شخص کو کرائے کا مکان چاہیے تھا۔ وہ اسی سوچ میں گم دریا کے کنارے پہنچا، جہاں اسے ایک تربوز ملا۔ اس نے اسے کاٹ کر دو ٹکڑے کیے تو تربوز کے اندر سے جن برآمد ہوا اور اس نے کہا: ''کیا حکم ہے میرے آقا.....؟''
اس شخص نے کہا: ''مجھے کرائے کا مکان چاہیے۔''
جن بولا: ''اگر مجھے کرائے کا مکان مل سکتا تو میں تربوز کے اندر کیوں رہتا۔''

.....

امی: ''بیٹے، جھوٹ مت بولا کرو۔ جھوٹ بولنے والے کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔''
بیٹا: ''تو پھر سچ سچ بتائیے کہ آپ نے بسکٹ کہاں چھپا رکھے ہیں؟''

.....

مالک (نوکر سے): ''تمہیں نہ کپڑے دھونے آتے ہیں، نہ تم صفائی کر سکتے ہو اور نہ ہی کھانا بنا سکتے ہو... آخر تمہیں آتا کیا ہے؟''
نوکر: ''جی، مجھے پسینہ آتا ہے۔''

استاد (شاگرد سے): ''کارگزاری کو جملے میں استعمال کرو۔''
شاگرد (جلدی سے): ''ڈرائیور نے پل سے کارگزاری۔''

.....

ملا نصر الدّین کی دانائی کے قصے بہت مشہور ہیں۔ ایک دن کچھ آدمیوں نے انہیں چاقو دکھایا اور کہا: ''ملّا! جانتے ہو، یہ کیا ہے؟''
ملّا فوراً بولے: ''اسے کون نہیں جانتا... یہ آری کا بچہ ہے۔ ابھی اس کے دانت نہیں نکلے۔

.....

ملّا نصر الدّین کے شہر میں سخت سردی پڑ رہی تھی جس سے وہ بہت پریشان تھے۔ اوپر سے ستم یہ ہوا کہ ان کا اکلوتا کوٹ چوری ہو گیا۔ جب ملّا کو اس چوری کا علم ہوا تو سردی سے ان کے دانت بھی بجنے لگے۔ انہوں نے شہر میں اعلان کرا دیا کہ جس کسی نے بھی اُن کا کوٹ چرایا ہے وہ کل تک انہیں واپس کر دے ورنہ.....!
چور کو بھی اس اعلان کی خبر ہوئی۔
''ورنہ'' کی دھمکی کام آئی اور چور سوچنے لگا کہ اگر اس نے کوٹ واپس نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ ملّا بادشاہ کو اس کی شکایت کر کے اسے زندان میں ڈال دیں۔ وہ سزا سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے جلدی سے کوٹ اٹھایا اور موقع پا کر رات کو ہی ملّا کے دروازے کے باہر لٹکا دیا۔
صبح ملّا کوٹ پا کر بہت خوش ہوئے۔ جب وہ اسے زیب تن کر کے بازار میں نکلے تو لوگوں کو بھی کوٹ کی واپسی کا علم ہو گیا۔ انہوں نے ملّا سے پوچھا اگر چور کوٹ واپس نہ کرتا تو 'ورنہ' آپ کیا کر لیتے...''
''ورنہ.... ورنہ.. میں بازار سے نیا کوٹ خرید کر پہن لیتا۔'' ملّا نے اطمینان سے جواب دیا اور وہاں سے چل دیے۔

www.hilal.gov.pk | www.ispr.gov.pk

ENGLISH

HILAL for Kids

February 2023

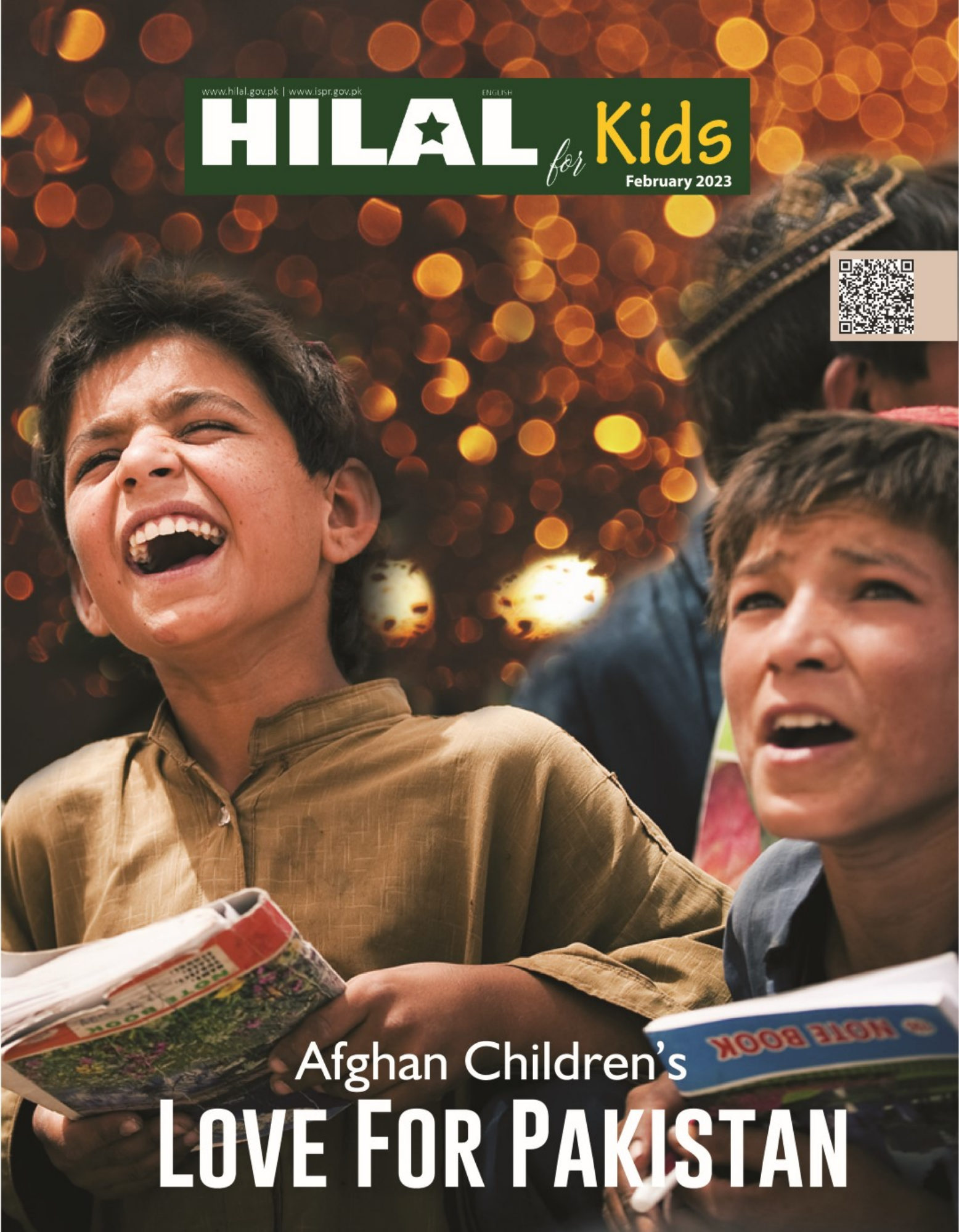

Afghan Children's

LOVE FOR PAKISTAN

February 2023

www.hilal.gov.pk | www.ispr.gov.pk

HILAL for Kids

Volume - 5 Issue - 7

Contents

	02	Editor's Note
Sadia Awais Qazi	03	Kashmiri Youth - The Frontrunners of Freedom Movement
Sanober Zulfiqar	06	The Heart-Wrenching Story of a Kashmiri Girl
Mehtab Zahra	08	APS Muzaffarabad Observes "Kashmir Solidarity Day"
Tanzeela Ahmed	09	Pakistani Afghan Children & their Love for Pakistan
Anoosh Mubashar	12	Selecting a Good Book
Zaina Liaquat	13	Coping with Cold Ahead of Exams
Ambreen Abdaal	14	A Proud Sparrow
Zulfiqar Ali Bukhari	14	Early to Bed
Daniyal Hassan	15	Zorox: A New World
Fakeha Qamar	15	Water Bottle
Zeenat Iqbal Hakimjee	16	My Teacher
Zunaira Qaisar	17	Challenges to Differently Abled Children
Husan Ara	20	Keep Hope, Keep Trying
Maya Batool	20	Bashir's Promise
	21	Shining Stars

PATRON-IN-CHIEF
Maj Gen Ahmed Sharif Chaudhry

DIRECTOR/ CHIEF EDITOR
Abbas Haider
abbashaiderr212@gmail.com

EXECUTIVE EDITOR
Muhammad Javed Iqbal
javed20473@gmail.com

SENIOR EDITOR
Farooq-uz-Zaman
khanofpakistan@hotmail.com

ASSISTANT EDITOR
Aslam Mumtaz
aslammumtaz926@gmail.com

MANAGING EDITOR
Huma Nawaz

DESIGN
Javaria Zubair

OUTREACH MANAGER
Aroosa Salahuddin
aroosaispr@gmail.com

WEB OPERATOR
Mazhar Fazal

Price: PKR 150/-

The views and opinions expressed herein and references if any, are those of the writers and contributers, and do not necessarily reflect the policy outlook of Pakistan Armed Forces or Editorial Board of Hilal. Hilal does not claim responsibility for correctness of the advertisements published herein.

CONTACT US
Hilal for Kids, Inter Services Public Relations (ISPR), Hilal Road, Rawalpindi
Ph: 051-9272866

EMAIL US AT
ed.hilalkids@hilal.gov.pk
ed.hilalkids@gmail.com

FOR ONLINE EDITION
www.hilal.gov.pk

ADVERTISEMENTS
hilal.ads786@gmail.com
051-9272866
051-9274345

PRINTED AT
Khursheed Printers (pvt) Ltd.
Islamabad. Ph: 051-2277399
khursheed.printers@gmail.com
0333-5115594

EXPRESSING SOLIDARITY WITH KASHMIRI CHILDREN

Dear Kids! Assalam-o-Alaikum,

The entire month of February, in general, comes with the remembrance of Kashmiri people's valiant struggle for independence and their ceaseless movement for freedom. 5th February, in particular, is the day dedicated for observing Kashmir Solidarity Day, not only in Pakistan and Azad Jammu & Kashmir but also around the world. This year's Kashmir Solidarity Day gets added prominence because of the three and a half years long curfew clamped in the entire valley and the reign of state terror unleashed against the innocent people as the aftermath of illegitimate revocation of the State of Kashmir's already limited autonomy status given under Articles 370 and 35-A of the Indian Constitution, since the time of 1947 partition. The people of IIOJK, especially children and youth, male and female, are suffering at the hands of over one million brute Indian security and police forces, thousands of RSS goons and other Hindu zealots. They are virtually living in hell as they face a permanent internet and communication blackout, perpetual reign of state terror, forced disappearances, and other tyrannical tactics.

On this day, the youth and children in Pakistan and countrymen living abroad come out to join hands together and raise forceful voice against the Indian illegal occupation for the right to self-determination of Kashmiri brethren admissible under the UN Resolutions. They express an unshakable resolve to continue moral and diplomat support for their Kashmiri brothers and sisters who have not budged even an inch from their standpoint and just demand for freedom from the Indian yoke. Their resounding slogans in streets of Srinagar, Baramulla, Badgam and elsewhere give a clear message to New Delhi that the part of Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir "*Bun k rahe ga Pakistan*"; "*Hum chheen k lain gay Azadi*"; and that "*Pakistanis we are and Pakistanis we shall remain*".

Hilal for Kids joins you on this Kashmir Solidarity Day with the latest updates from IIOJK and relevant stories that highlight the freedom struggle being spearheaded by the youth who have in fact changed the notion of tender age. This is something unprecedented. The message is loud and clear: "No one on earth can cow down such a people". The day is not far when the Kashmiri brothers and sisters will succeed in achieving the goal of freedom. *In sha Allah*.

Dear Friends!

You will also read, on coming pages, a special report: "*The Divine Virtue of Brotherhood*" that is about the Afghan children whose parents had migrated to Pakistan during the decades long Afghan war; they are raised, groomed and educated in Pakistan. The story of an 8-year-old Pakistani-Afghan kid shows how the people of Pakistan extended every kind of help, care and love for their brethren, and that Pakistan is now home to more than one million Afghan refugees whose younger generation has integrated into Pakistani mainstream. For them Pakistan is their second homeland.

We have another exclusive story on the "*Differently Abled Children*" who face multiple challenges from childhood to becoming useful members of society. Besides, your own contributions, short stories and fairy tales have been given due space in the pages here. Keep writing, and keep sending your valuable feedbacks.

Good luck to you!

Farooq-uz-Zaman

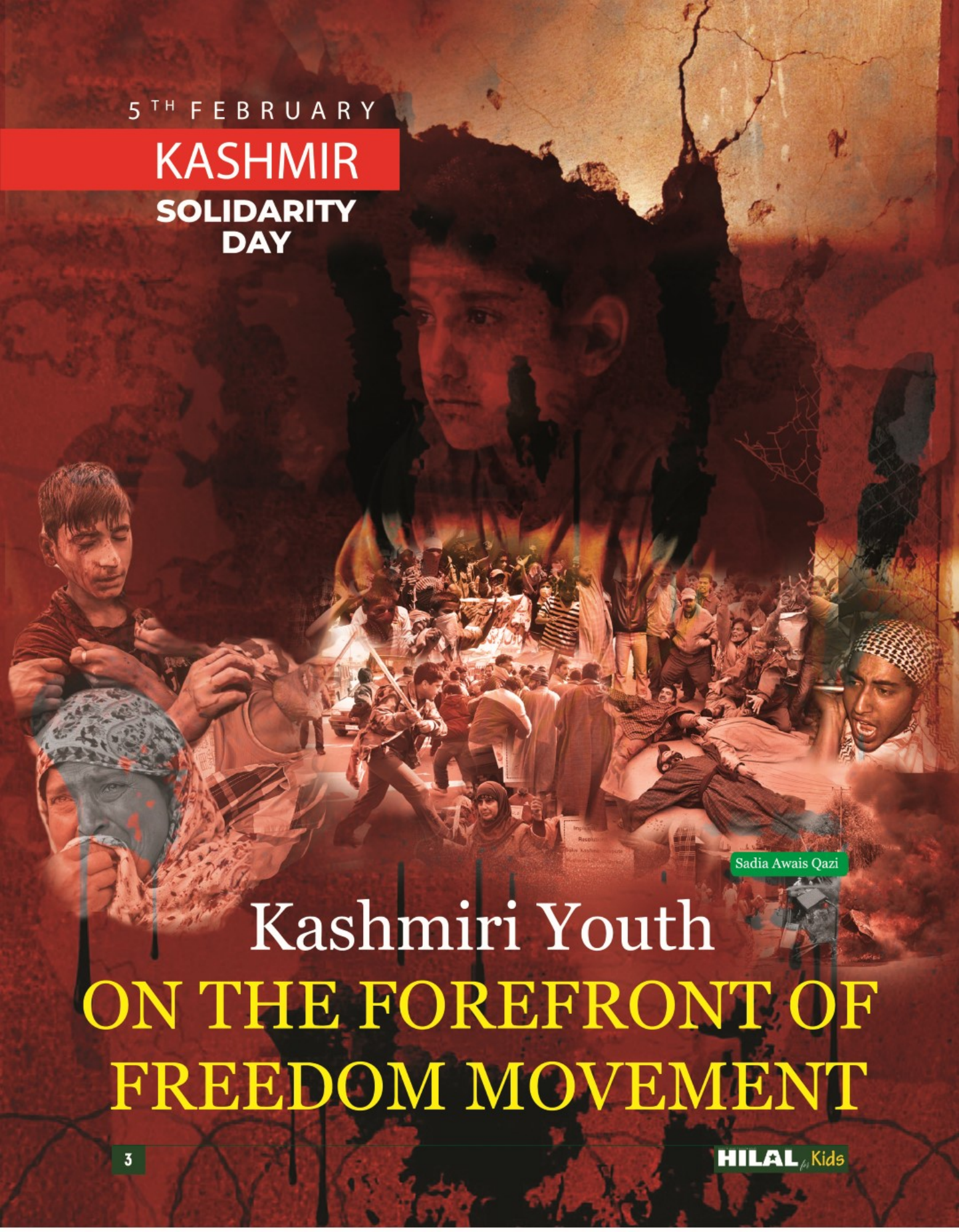

Sadia Awais Qazi

Kashmiri Youth
ON THE FOREFRONT OF FREEDOM MOVEMENT

Youth is said to be the future of any nation. A great emphasis is always given on the education and upbringing of the young ones as they are the custodians of tomorrow. The youth of state terror stricken Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir is no different. However, unlike the youth around the world, who work on their dreams to pursue different careers and explore the world, the Kashmiri youths dream and struggle for freedom. Opening their eyes to the noise of bullets and screams of their people, the youth of IIOJ&K lost their innocence of childhood way too early as they were thrown to the brutal reality of their lives.

Every year, on 5th February, we observe Kashmir Solidarity Day to show Pakistan's support with the people of IIOJ&K (Illegally Indian occupied Jammu & Kashmir) and to show our unity with them in their freedom struggle and to pay homage to the Kashmiris who have died in the process. The conflict of Kashmir is as old as the partition of Indian subcontinent into Pakistan and India. The princely states had to decide honouring the wishes of their people, to either accede to India or Pakistan. People of the now Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir, being the Muslim majority area, wanted to accede with Pakistan. However, the Hindu Maharaja at the time governing the valley decided in favour of India. Going against the wishes of the Muslim majority Kashmiris and to suppress and revolt, India sent its troops to occupy the Kashmir valley by force. Using the aggressive force resulted in human rights violations and the dispute was taken to the United Nations which unanimously resolved that the people of Kashmir be given their right to self-determination so that the people of Jammu & Kashmir must decide their fate themselves.

More than seven decades have passed, the people of Kashmir are still waiting for that plebiscite. India never wanted to give Kashmiris freedom to choose their own path. India used brute force in the valley to curb any agitation or struggle. However, the resistance to the Indian aggression has only grown stronger. The youth of Kashmir became the frontline of the freedom movement struggle and also took up arms to defend their people against the unleashed atrocities. The struggle by youth continues still and after seven decades, the torch of the freedom is burning more brightly.

These youths of IIOJ&K have witnessed the horrors of conflict since their childhood. Their elders have been beaten and gunned down, mothers and sisters harassed, brothers and friends abducted and never returned. They themselves have faced harsh beatings from paramilitary forces, torture and injuries from pellet gun fires. Kashmiri youth (15-30 years old) are the main driving force behind the recent anti-India resistance who comprise over 30 per cent of the total population.

The new face of resistance and the iconic ideal for the youth emerged as Burhan Wani who was a young and brave hero, who stood up against the paramilitary forces dauntlessly. Burhan Wani was a Kashmiri youth leader, a class topper who loved to play cricket. Once he was out with his brother and they were stopped on the road by the Indian Armed Forces personnel. They asked him to buy some cigarettes. That's a routine for the Indian Forces to force such costs for letting them use the road. But even after Burhan returning with cigarettes for the security personnel, they were still beaten up and humiliated by the forces. The incident left a mark on the heart of Burhan Wani. And repeated degradation and beatings pushed him to resist and retaliate. When he was just 15 years old instead of dreaming for the career possibilities, Burhan Wani stepped up to face the oppression and took up arms to challenge the brutality in Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir and strive for the ongoing freedom movement.

After Burhan Wani, the face of the youth resistant was martyred, the whole of Kashmir valley vented in mass protests mourning the death of their hero. The year 2017 was named as the 'year of the student uprising'. The year 2017 saw mass protests by the students carrying their school bags

and raising their voices against the violence against Kashmiris. Burhan Wani inspired the youth and he gave them motivation to never give into the fear of Indian forces and keep fighting for the freedom. He was shot by the Indian forces when he was just 21 years old.

Burhan Wani died young but he inspired the youth to continue the fight for their rights and freedom. In August 2019, the special autonomous status of Indian occupied Kashmir was revoked. To curb any resistance, the valley was converted into a largest prison, the roads were barricaded, the communications, internet, mobile phones, landlines were disrupted. After the communication blackout, the Indian forces operating in the valley increased to a million approximately. They used aggressive force and picked up many young boys and youngsters and moved to unmarked, unknown locations to stop any retaliation from them. Many of them haven't returned home yet.

But the struggle of Kashmir is not only happening on the streets now but with the new communication mediums, the freedom movement has found many other mediums and the youth are raising their voices against the atrocities and the illegal occupation of the Indian forces. The youth have opened up new channels of resistance. The better educated and equipped with exposure to the education has resulted in the emergence of young Kashmiri artists, activists, writers, journalists, filmmakers, and academics who are producing political art, literature and are indulging in academic debates all around the world. With the social media like *Facebook* and *Twitter*, the Kashmiri youths are spreading their message to the world. A few years back the students in an Indian university hostel were detained and arrested for cheering for Pakistan during a cricket match. On every 14th August, we see the Pakistani flags hoisted up in the streets of the Indian occupied Jammu and Kashmir despite the lockdown and the military petrol. During cricket matches between Pakistan and India, we see youth celebrating Pakistan's victory and spreading the video via social networks.

India has failed to make Kashmiris forget about freedom and their right to self-determination. Approximately, a hundred thousand people have been martyred in Kashmir. Thousands are still missing and hundreds have been blinded and severely injured by the savage use of pellet guns on the masses. This cruelty and malice still continues. Kashmiri youth are redefining the movement for their right to self-determination and their right to freedom. Whether it is chanting the slogans of "*hum leke rahenge Azadi*", or standing up to the paramilitary forces, mobilizing processions against the Indian occupation, these youths are struggling in their own spheres. From picking up pebbles against guns, picking up pens against brutality, using their voice on the platforms around the world, writing essays and articles, making videos and stating out facts, using digital and social networks to create awareness, the youth of Kashmir keeps the flame for the struggle ignited and are the torch bearers for the freedom movement. In solidarity with the youth of Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir, we must also play our part in raising our voice on the platforms available to us and stand up without brothers and sisters fighting for their right of self-determination, fighting for '*Azadi*'.

5TH FEBRUARY

KASHMIR SOLIDARITY DAY

THE HEART-WRENCHING STORY OF A KASHMIRI GIRL

Sanober Zulfiqar

Bareen was excited, and nervous too as she was going to reunite with her family after 18 long years. Weather was harsh this winter with temperature as low as minus 40-degree. Sitting near the window seat in Air Canada, she vividly remembered Bandipur, and a life she lived in it. Bandipur, a district in Indian Illegally Occupied Jammu & Kashmir is a beautiful place surrounded by mountains on three sides. Wullar Lake is on its fourth side. Bareen belonged to Kashmir and was raised there. Her journey from Bandipur to Pakistan was an arduous one.

Cozily settling in her seat, Bareen slipped into the past. She recalled the mornings with her gentle Mole (father) having breakfast in the kitchen while reading a newspaper and her loving Moaj (mother) busied in watering the indoor plants. She lived in a two-storey Garre (house) along two booys (brothers). Eldest booy Firasah was doing MBBS and younger was still in school. Belonging to an affluent family, Bareen's Mole was a businessman. Though her Moaj was a home maker, yet she weaved carpets along the women from Bandipur to support the cottage industry. A family of five members, they lived happily ever after till the year 2004.

The first quarter of 2005 came as a shocker with a news of girls missing in Bandipur. People gathered in nooks, outside the mosque and in parks just to get an update about the gripping news of missing girls from town. After the illegal Indian occupation of Jammu & Kashmir, Kashmiris faced unimaginable atrocities at the hands of brute Indian forces. Beating kids, dragging women on streets, slapping elderly people and burning Pakistan's flag was a regular thing. The brave heart Kashmiris endured every hardship with rigorous strength and faith, yet kept on chanting: 'Kashmir bane ga Pakistan', 'Yahan chalega Nizam e Mustafa!' Bandipur is a Muslim dominated city and the barbarity by Indian forces is always at peak.

Then came the fateful night with a restless knock on the door when Bareen and her family were relishing Dumpukht at dinner. The terrified family let in the urgent Uncle Rehman from the neighborhood. Upon entering, he fell on the floor and cried bitterly informing them the unfortunate news of her daughter Aasiya missing since morning. From last six months, girls were missing from Bandipur but who expects the unexpected. Bareen's family was terrified to witness the misery. After consoling and promising to cooperate, they dropped Uncle Rehman at his house. That night, Bareen's Moaj tossed and turned in bed, definitely a storm was brewing. She was up quiet earlier than

usual the next morning.

Firasah was a sensitive and an intelligent boy. At university he was the leader of his class and was always cognizant of the happenings in Bandipur. Firasah believed a sane response to Indian terrorism was either a sword or a pen. He was a tailor made leader with strong leadership qualities and stalwart personality. Firasah's Moaj sensing a leader in his son feared of losing him. She knew sooner or later he would join Tehreek e Hurriat to become the voice of Kashmiris. The recent tragedy braved Moaj to take the bold decision and save Bareen and Firasah from the upcoming danger. Following day, when Bareen's father was still at work she took Firasah and Bareen by hand and boarded them to the bus heading towards Azad Kashmir.

After a week, Firasah and Bareen were standing on the Cantt Station of the bustling city of Karachi. Alien to the place and oblivious to the fact that unbelievably they travelled all the way from Bandipur to Karachi safely. The journey was both difficult and challenging as besides crossing the unknown lands they duped themselves into the native people to remain unnoticed. They abandoned their family, home and motherland never to step back again and to go faraway places but little did they know. Initially, Firasah took a cleaner's job in a local restaurant which provided a shabby cubbyhole to sleep. Once Firasah got acquainted with the city, people and places he admitted Bareen in Rana Liaquat Ali Jinnah College with the facility of a hostel as the restaurant place was not safe for a girl to stay. Firasah continued his degree with a night job at a drug store.

Moaj's last words: "Zindi rooz ti bayi samkhaw" (If alive, will meet again) and a handsome amount of Rs 50 thousand blessed their lives with health, safety and success. Firasah visited Bareen on weekends often they had little to talk but Firasah knew Bareen missed Mole and Moaj deeply. Her silence worried Firasah. Back home in Bandipur too it was sad state of affairs. Bareen's Mole shell shocked with the disappearance of Bareen and Firasah stopped talking to anyone. Moaj worked day and night to engage herself because she considered herself guilty of taking the bold decision of fleeing Firasah and Bareen without consulting Mole. She lived in her make believe world, continued making beds, cleaning rooms and assembling things of Firasah and Bareen, hopeful one day they would come back. While arranging the table for meals she never forgot to set Firasah and Bareen's plates.

In the year 2008, Firasah became a doctor and married off Bareen to an engineer who belonged to a humble family. Marriage brought happiness back to Bareen's life also she got busy working along his husband to improve their financial state. Firasah became the whole world to Bareen, she would laugh, cry and share her deepest thoughts with him. However, she could never forget her parents and longed to meet them one day. Meanwhile Firasah would often contact his aunt in Azad Kashmir (Bhimber) where they stayed a night before reaching Karachi and would know the condition of his ailing parents. Bareen unaware of her parent's condition flew to Canada with her husband in 2013 leaving behind the only link to her family, Firasah in Karachi.

Coming out of the Jinnah International Airport, Bareen's eyes searched Mole, Moaj and Firasah. She lost the sense of her children who clinged to her and passed the horde of people haphazardly on the airport till she heard a loud call "Bareen"! Bareen ran towards the loud call and halted abruptly to see smiling Firasah with grey hair standing behind two wheelchairs. On one sat Mole who was restricted to travel for long hours due to an open heart surgery. Moaj could not walk properly without a cane or support sat on the second wheel chair. Both sat with open arms and eyes welled with tears eager to hug their only daughter after 18 years.

It was a reunion of a family who suffered the normalcy of a family life. A family who paid a heavy price to stay alive in different countries with a bleak hope of meeting one day. A family deprived of an independent land to enjoy the safety of a homeland as a family. Besides Bareen and her family, Kashmir is full of stories of the people who sacrificed their lives, families, loved ones, homes and land to get independence. Their people long to live happily in its scenic valleys, children await to play in the lush green meadows and girls wish to sing the happy songs. It is high time the world should consider the matter pertinent and resolve it at first place.

Mehtab Zahra

APS Muzaffarabad Observes
Kashmir Solidarity Day

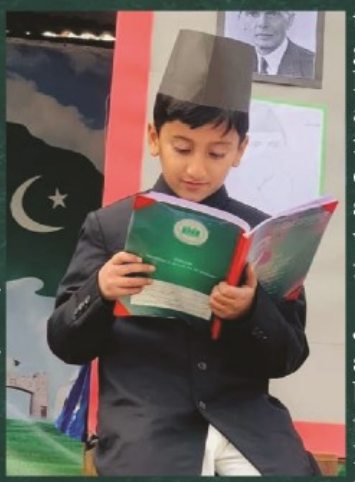

Army Public School Muzaffarabad is one amongst other schools and colleges of Azad Jammu & Kashmir which observes Kashmir Solidarity Day with renewed spirit and added enthusiasm. They join hands with schools and colleges across Pakistan in remembering hundreds and thousands of Kashmiri children, boys and girls who are suffering at the hands of Indian occupation forces in the Indian Illegally Occupied Azad Jammu & Kashmir. Most of them are the siblings of those hundreds of children and youths who have laid down their lives in line with their struggle for freedom from the Indian yoke.

They rightly pay tribute to the youth in particular and the people in general, of IIOJ&K, who have been struggling for their right to self-determination for decades. The people of Kashmir have no doubt suffered a lot at the hands of brute Indian forces during their ongoing freedom movement. They have been subject to gross human rights violations, extrajudicial killings, enforced disappearances and both physical and mental tortures. Indian authorities have also imposed restrictions on their movement and assembly in the region.

The situation of IIOJ&K has been further exacerbated by the Indian government's decision to revoke the special status of the state granted under Article 370. The article had granted the state a degree of autonomy, including the power to make its own laws and the right to its own constitution. The revocation of the special status has been met with widespread protests and condemnation from the international community.

The people of Pakistan and Azad Jammu & Kashmir, on this occasion show solidarity with their Kashmiri brethren. They raise awareness about their struggle for self-determination. Following the same spirit and keeping up earlier tradition, The Aftab Hussain Shaheed Army Public School & College, Muzaffarabad observed this month Kashmir Solidarity Day with zeal and zest. The students of junior wing presented thought provoking short plays in which they presented themselves as legends of Pakistan, depicting the Founders of Pakistan, Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah and Allama Muhammad Iqbal as their role models.

The students also took part in speeches and debates and showed their love for Kashmiris. Inter-house competitions were held in which they took part and highlighted the importance of Kashmir for Pakistan in the light of Quaid's saying; "Kashmir is the jugular vein of Pakistan." The people of Azad Jammu & Kashmir rightly believe that their existence to live with dignity is just because of Pakistan. ✕✕

The Divine Virtue of **Brotherhood**

Pakistani Afghan Children & their LOVE FOR PAKISTAN

Tanzeela Ahmed

During his early days at school, he remained the focus of many probing eyes, enough to make him uneasy. Obviously, it was hard for the class fellows to accept that kid as their fellow student whom they had seen picking trash around the same school area. In classroom, they used to gossip about him. One day he burst into tears and a bit anger. Before the argument got hype, he heard a soft voice: "Please stop... Hey, bro what's your name?" There was a boy standing next to him with a friendly smile on his innocent face.

"Gulraiz..." he whispered.

"I'm Aman!" said the boy who extended his right hand towards Gulraiz. It was the moment of relief when he warmly shook his hand with Aman's. Both became friends. With the passage of time Gulraiz, the 8-year-old Afghan refugee boy, started feeling comfortable with not only Aman but other Pakistani fellows as well.

Afghan Refugees and their Children in Pakistan

Gulraiz was one of the 1.4 million underage Afghan refugee children and youth who are living in Pakistan. For them Pakistan is their own homeland, their own country because they are born here, they are being brought up here, they are getting education here and they are planning to seek jobs here for earning living for themselves and for their parents and siblings. During the long Afghan war, which was followed by the most devastating and unending factional war, his grandparents and their relative families found it unbearable to live, rather impossible to survive in Kabul and therefore they had to flee to Pakistan. It is now over four years ago. Gulraiz is the second or third generation of those families; even many of the parents of Gulraiz's age fellows are born in Pakistan. Thanks to the friendly policy of Pakistan governments that have not only facilitated the Afghan refugees to live peacefully but also got them integrated within the civil strata that theyeasily spread in the width and breadth of Pakistan in order to find businesses to run and jobs to do like useful citizens of this country.

Gulraiz used to live in an irregular settlement with his parents. He was the youngest one in his family. His quest for knowledge made him to leave

the life of a scavenger and start afresh as a school student. It wasn't easy for his father who is a daily wager, but thanks Dr Ahmad Hussain who saw him gathering litter from around the school, peeping into the school walls and seeing the school children studying and playing; he asked him as if he would join the school. "Yes!" was the firm answer by Gulraiz. And then next moment, Dr Ahmad took him to the Principal and completed all necessary requirements of his admission. He paid his school fee, bought him books, notebooks and other stationery items, and asked him to forget about the monthly fees.

By virtue of now very friendly environment in school, Gulraiz started excelling in the class.

***

Challenges Relating to Afghan Refugees

Ever since the start of Afghan War after the USSR invasion into Afghanistan in 1979, Pakistan and the people of Pakistan have been embracing, welcoming and hosting around five millions of Afghan refugees with the matchless spirit of neighbourly obligation and Muslim brotherhood. It was one of the biggest challenges Pakistan has been facing since its independence. Accommodating the huge flood of refugees was a hell of the task and responsibility, given our own limited resources.

Despite of inadequate food, unfeasible conditions, and insufficient resources, Pakistan as a whole and people at individual and collective levels honestly and sincerely strived hard to provide shelter, support, job opportunities, medical, health and education facilities to the Afghan refugees with special focus on the children, women and the elderly. There are three categories of Afghan refugees: Those who are registered, those who are holders of Refugee Card, and those who are enrolled through United Nations Commission for Refugees. Though a fair number of refugees have now returned back to Afghanistan after the establishment of US-backed government, yet still there are around 1.46 million registered, and over six hundred thousand unregistered Afghan refugees living in Pakistan. Having got registered allows them to have access to basic services including education and medical facilities.

Nearly 65% of documented refugees are below the age of 25. In the 2nd and 3rd generation of Afghan refugees, poverty and socio-cultural barriers caused the serious challenge of illiteracy. Cultural restrictions happen to produce the uneducated Afghan teenage girls posing the human security challenge. Violence, caused by uncontrolled and irregular movements of Afghans among local communities. The problem of education through home-based schooling, vocational and technical training as well as through the capacity building of schools is being solved in order to accommodate underage Afghan refugees.

***

Although Aman and Gulraiz reside in different places, far from each other, yet they find the school as a common place for spending as much as quality time together. Both are good at studies. They successfully kept promoting to next class. In order to reassure the peaceful co-existence amongst local children and refugees, their Pakistani school fellows and administration did everything to make school a safe and comfortable place for them. It includes the access to school meals, support from the host community, transportation and healthy class room environment.After being documented, Gulraiz became the Pakistani national, as he was born and grown up here. His elder sister also got enrolled in a home-based school with other girls in Pashtun dominated locality. Underage refugees' enrolment in schools increased with the passage of time.

Gulraiz was happy that he was living a settled peaceful life with his family in a mixed Afghan-Pakistan community. His people managed to establish their roots and businesses here. They were hard workers and not reluctant to indulge in bottom line jobs. No obvious restriction on their work and mobility was an added advantage.

The fact remains that most of the Afghan cricket team players were raised, groomed and educated in Pakistan. They developed love for cricket while playing the game with Pakistani fellow boys and children.

Re-influx of Afghan Refugees

There were thousands of refugees who went back to their native country but soon returned to Pakistan as they were unable to find peaceful living and open access to labour market there. Since 2002, more than 5 million refugees fled to Afghanistan and then bounced back to Pakistan due to unemployment, ongoing violence, instability and lack of education and medical facilities.

Afghan Refugees

In Pakistan, almost half of the Afghan refugees are under the age of 18. Immense efforts over the years have made it possible that the underage refugees are now having access to education. It allows them to advance their well-being and fortify their future prospects. The Pakistan governments worked to facilitate Afghan refugees' education, vocational training and development of their skills. In the last 40 years, UNHCR setup 13 early childhood education centres and 146 schools in urban and rural refugees' communities. It includes 103 schools in KPK, 35 in Balochistan and 8 in Punjab. This program has aided around 56,000 refugee children. More than 50 home based girl schools have been setup in KPK and Balochistan especially for those girls not allowed attending regular school due to cultural barriers. Since 2021, enrolment of Afghan underage refugee particularly girls have tremendously increased.

***

It was the 10th class's result day today. As soon as it was announced that Gulraiz secured 2nd position, Aman warmly hugged him. He was so happy for his friend. Gulraiz' face was beaming with excitement. His journey with his school fellows had really been thrilling. There were many who happily shared their lunch and pencils with him. Dr Ahmad who supported him in rainy days was the happiest man on earth. Gulraiz now have very fond and happy memories of not only Dr Ahmad but also his Pakistani fellows and their love and kindness, hospitality and brotherhood that won Gulraiz' heart. He is now eager to continue his education. He has become familiar with the conditions and people of Pakistan so it is easy for him to get involved in public educational programs. Those already studying in different Pakistani universities are in thousands. Gulraiz wants to be a teacher, so that he can spread peace, harmony and awareness through education amongst the Afghans.

Selecting a Good Book

Anoosh Mubashar

Many children of my age are fond of reading books. It is my one of the favorite hobbies. I have a number of books of my interest in my father's library. Here I tell you how to select a book, how to come to know that the book is interesting or otherwise.

Blurb or Summary

First of all, read the blurb before you choose the book. Blurb is the synopsis of the book that you find it at the end of a book. If the blurb catches your attention, you would like to read that book.

Investigate the Genre

In the beginning you start with a light weight book, usually pictorial so you don't get bored. Big or thick books can be daunting and intimidating. So, choose from your type of genre. For example, there can be biographies, there could be teen fiction based on fantasy, history, science, romance, etc.

Reading Mode

Books are available in many forms and types. There are paper books, hardcovers and e-books. Choose the mode that you are most comfortable with.

Check the Reviews

You can select a book by reading its book review, too. Sometime books contain spoilers. So, always be on the alert. You can also check the stars and ratings given by the readers.

Don't Judge a Book by its Cover

This is a famous proverb. But the fact is a cover can give a good idea about the book since a lot of art is put through.

Languages Matter

You don't have to choose a book only in English language. Select books in other languages, too. You can also use translator.

Hard Work Pays

Once there was a rich family living happily by the riverbank. They had a 12-year-old child whose name was Asjad. He was healthy and fat. One day something awful happened. Thieves broke into and robbed their house. Asjad's parents asked him to run and hide. He was small but intelligent. He ran straight to Uncle Roofi's shop that was closed. He was so tired that he fell asleep on the steps of the shop. He woke up before it was opened. He was still scared because of the last night's incident. So he kept roaming in the streets and again spent next night at the shop. Next morning, he mustered courage and went to his home, which he saw was completely empty and trashed. He knew nothing what to do.

Now he was homeless. He became hungry and weak. He went from door to door searching for food but no one would give him anything. One day an orphan girl gave him milk, instead of water, and advised him to never lose heart. So, Asjad started working hard, earning his own bread and studying on the sidelines. He studied medicine and became a doctor. He started healing the ailing humanity and lived happily after.

Laziness Gets You Nothing

Asad and Saba were the twins living with parents at a farm. Saba was energetic but Asad was lazy. Saba would help her parents all day long and wasn't even tired! Their parents were farmers so they had enough to eat and live a happy life. But this didn't last long. There came a year when weather remained dry and the farm didn't produce much. They were only left with some bags of cabbage and few other items.

There was a sweet apples tree near their house. Saba watered it every day. So that year apples produced as usual. She climbed up the tree, plucked the apples and gave to her parents. Asad was lazy. So, he didn't put effort in climbing the tree. He thought of a plan. His plan was to lie under the tree every day. Some apples might fall down and he would eat! But this didn't happen. No apples ever fell down. So, Saba said: "Look Asad! Nothing comes as a gift without doing a hard work. You will have to say good-bye to your laziness."

Asad promised and vowed to himself that he would never be lazy ever again.

Coping with Cold Ahead of Exams

Zaina Liaquat

With the winter winds blowing and temperatures dropping, it's important to take proper care against the cold, especially when the annual exams' season is approaching. Winters are lovely but we also need to follow special safety tips in order to keep us safe from the cold. As schools reopen after the winter vacations, we need to take extra care so that no one falls sick and catch fever.

Layering is Key!

The simplest way to protect our body from chills is by keeping us bundled up with warmth. We should wear warm clothes. Sweaters and jackets should be worn over the uniform because this traps in air that acts as insulator to keep us cozy. Cover up as much as possible with gloves, caps and boots with woolen socks. This is because we cannot risk falling sick during the crucial time of our studies. Waterproof jackets and shoes is a plus for sudden rainy days!

Stay Hydrated

Our body gets dehydrated in winters too. Even if we don't sweat, like in summers, our body loses water. Dried air and indoor heaters cause our skin to lose water. More often, students are so engrossed with studies that they forget to care for their body. Water plays vital role in regulating body temperature and strengthening immunity. So, please avoid dehydration; keep a bottle of warm water and drink it throughout the day. You can also try out other tasty options like soup, broth, hot chocolate, milk and juice to give your taste buds a pleasant change.

Wear a Mask

Amidst coronavirus still present, wearing a mask is very important. Contracting the virus just before exams can be no less than a nightmare. And guess what? Respiratory infections, mostly viral, spread through air droplets and have a higher transmission rate in the cold, dry weathers. The solution is pretty simple. Wearing a mask is the safest and easiest way to protect against flu or other diseases. Doctors recommend following the cough etiquette so that you don't harm class fellows around you. One should turn his or her head to sneeze in the elbow or into a napkin or handkerchief to keep hands safe from viruses.

Lesser Cold Exposure

School-going children have lesser cold tolerance. So, the best way is to keep them indoors during extreme cold. They should not go out of classrooms unnecessarily unless they are fully covered and wrapped. In case of rains, do not go outside without an umbrella. Ensure that the classrooms doors and windows are closed to block the chilly air from entering inside. However, once a day at least, classrooms should be fully aerated and given sunlight. The use of indoor heating can help maintain a regulated and warm temperature.

Skincare

Kids' skin demands extra attention in winters because prolonged exposure to cold can trigger issues and result in dry, flaky or patchy skin. Moisturizers and lotions work best against the dehydrating weather to keep our skin soft and supple. After you wash face or hands, dry the skin and reapply a moisturizer. Basking in the sun is a wonderful feeling in winters. The dryness in winters can even cause nosebleeds by constantly breathing in cold air. So, using a humidifier or saline nasal drops will keep the inner nasal lining moist and hydrated.

Outdoor Activities

Winters do not mean sitting idly in the same spot

for the entire day. While it is relaxing to snuggle in blankets and quilts, or sit lazily in sunlight, we need some exercise to keep our body active. Let's go for a walk or visit a nearby park in the afternoon to play games. Fitness is important to stimulate our immune system. Taking a break and doing exercise boosts memory.

Study Tips for Exams

Studying in winters can be quite a challenge. With the exam's season around the corner, we can make the winter season to help us in boosting studying efficiency. Firstly, let's find a comfortable spot with sunlight exposure or light access. A relaxed and organized learning environment can boost productivity. We can take short breaks or power-naps to keep our mind fully charged. Drinking water or herbal tea can also keep us fresh.

With the exam season approaching, one simply cannot afford being sick because that would mean lethargy and inability to study. And you certainly wouldn't want that. The purpose of winter breaks is to not only give you a period of relaxation, but to keep you safe against the bitter cold and flu. Students should be particularly conscious about their health and take protective measures against the chilly weather. Following the basic safety practices will give you a better well-being and keep you energized with optimum health for the oncoming exams.

A Proud Sparrow

Ambreen Abdaal

There was a beautiful town on the bank of a river where lived a man named Mithu. He was a wise man. He used to feed a sparrow every day. He loved this bird very much. He never forgets to feed the bird. The bird had become very beautiful due to such care.

Once, a pair of swans traveled a long distance, and reached at the beach adjacent to that town. sparrow saw swans and impressed by their beauty, she began to admire them. Who are you? sparrow asked. And where did you come from?

Well, wherever you come from and whatever it is, you can't fly like me, the sparrow monologues. I can fly very fast. Swans said after listening to the bird. We have come a long way and now we have a long way to go. Don't bother us. We are physically much older than you so we can't fly like you.

The bird heard the laughter and said, "Look, you can't fly like me. I can fly in many ways." Saying this, the bird flew away differently and came back. No one in the world can fly like me, sparrow proudly said. Swans smile and said, "My friend, you are right." All the birds in the world can fly but as you have to do flying in different ways, yes, we cannot do it.

Do you accept my challenge, the sparrow asked proudly? Accepting the bird's challenge, both started flying. While flying across the sea, the sparrow was showing its skills by doing aerobatics. The swans began to fly focusing on how to beat the sparrow. The sparrow had forgotten that she is very fat. After flying fast for a long time, she got tired. She cannot take rest for a while as there was no place across the sea. Neither was a tree or even a mountain. If she came down she would drown in the sea and die. The swan looks sparrow in trouble, and overtook the bird. The bird began to feel thirsty due to exhaustion.

If you go down like this, you will drown in the sea. If you don't mind, can I give you a piece of advice?

"Never be proud of your strength. Otherwise the same will happen this is what is happening to you at the moment."

"Thank you and sorry!", the bird realizes its mistake. She got swan's help and reached at the shore again.

Friends! It is my advice to you all that never be proud of power and strength because it can never overwhelm us.

Early to Bed

Zulfiqar Ali Bukhari

"I always get punishment at school for coming late and not attending the morning assembly." Salar told his uncle.

"Can you tell, when do you go to bed?" His uncle asked.

"I go to bed at half past eleven, at night." He replied.

"When you go to bed late, how can you go to school on time. You better develop a habit of getting up early." His uncle advised.

"It's difficult for me. How will this work?" Salar wasn't ready.

"If you make it a habit to get up for Morning Prayers and go to bed early, it will be possible." Uncle said.

"Wow! That's a good idea. Okay! I promise to get up early to offers Fajr prayers and I also promise to complete my homework and go to bed early." Uncle was happy, he said: "Remember, early too bed, early to rise."

Zorox: A New World

Daniyal Hassan

The planet Zorox was a strange and exotic place, unlike any other in the universe. It was a world of bright colors and weird shapes, where the sky was always orange and the grass was a deep shade of purple.

The Zoroxians were friendly and curious people, always eager to explore and learn about the world around them. They had developed a highly advanced society with sophisticated technology and deep understanding of the natural world.

One day, a team of Zoroxian scientists set out on a mission to explore a distant corner of their planet. They had heard rumors of a mysterious place, hidden deep in the jungle where the laws of physics seemed to break down.

As they made their way deeper into the jungle, the scientists began to notice strange phenomena. The air seemed to shimmer and warp around them, and they could feel a strange energy pulsating through the trees.

Finally, they reached a clearing and saw it, a glowing, crystaline structure, unlike anything they had ever seen before. As they approached, they could feel its power growing stronger, and they knew that this was the source of the strange energy they had been sensing.

The scientists were awestruck by the crystal, and they spent hours studying. They knew that this was a discovery that would change everything in the universe.

As they prepared to leave, they couldn't help but feel a sense of sadness at leaving this amazing place. They vow to return as soon as they could, to continue their research and learn all they could about this incredible new world.

Water Bottle

Fakeha Qamar

"Mummy, I want this water bottle for school." Ali insists her mother while shopping in the mall.

"No, I don't think that you need it." Mom refuses.

"I want this; it's final and done." Ali insists.

Mummy feels awkward in the mall so she fulfils her son's desire and buys it.

"Okay take it." Mummy asks Ali.

"Yahoo." Ali is so excited to get a colorful water bottle.

Due to this bottle Ali now takes extra water. In enjoyment, all the time he takes his bottle close to him. After some days, he is too much used to of the bottle. His behavior changes. He keeps bottle open without a cover, and also forgets to wash it. But he keeps using it for drinking water.

He forgets that water is unhygienic. This makes him lazier. Due to his careless attitude, he gets ill. Doctor diagnoses infection in his large intestine. Ali is admitted in hospital. His vomiting doesn't stop and he can't take even a bite of meal. His condition is serious. His family and doctors are worried about his health. When doctor is known that Ali's sickness is due to drinking excessive water that is unhygienic, he orders to send the bottle to the laboratory.

After sometime report comes. The doctor is shocked to see that Ali has been drinking bacterial water. When Ali wakes up, doctor shows him the colorful water bottle full of germs. He asks him that in enjoyment and fun, Ali forgets to take care of his bottle and also the water. "It's all because of your carelessness."

Now Ali realizes his fault, admits that mistake and promises that he won't do so again.

My Teacher

Zeenat Iqbal Hakimjee

She was more like a parent. This I was to discover later. At the start of the class she stood before her students and the class buzzed with "Absent Miss!" and "Present Miss!" as she marked the attendance register. School was a humdrum affair. I must admit that I would get out of bed with great difficulty. My mom woke me up at the stroke of seven. I longed for an extra half hour on my warm cozy bed. But she wouldn't allow it. She came up to my room twice and sometimes thrice to make sure that I had gotten out of bed.

"I do not want to go to school today," I would tell her.

"Nothing doing", she would say. The teacher with the spectacles perched on her nose seemed strict in the beginning. I discovered later that she was just the opposite. Science was taught to class V students and that's why I too had to study it no matter how much I hated the subject. I just couldn't make heads or tails of what the teacher was saying.

I was not a clever student but was rated as being average. Sometimes my results left much to be desired. Each time my report card was sent home to be signed, I was scolded and put to shame. Having a clever older brother didn't do much to improve my position at home. I played truant from school many times. I was somehow not very keen to go. And so I would spend the day in a park close to my home.

"Today I was scolded by my parents for not bringing better results". I told a friend.

The parents had arranged for a tutor. They were to realize later that this was not to make much of a difference. The other day a child psychologist in a television programme said many things about parent-child relationships. I wondered why my parents didn't do what she said. Maybe they weren't as smart. She said that parents should praise their child if they do a good deed. They should not scold the children in front of their friends.

One day, I told my teacher about my brother. I told her that he was smarter than me. And my parents did not let both of us forget this. The next day, I was surprised to see my teacher stay back after school. Her husband came to pick her up but she refused to leave. Instead she called me to her side and from that day onwards she made it a point to coach me personally.

One day I went with her to the park for a stroll and it was there that she explained to me the importance of parents. She made me realize that parents were seldom wrong, making me see the logic behind their arguments. She gave me the confidence that I lacked. It was she who made me a stronger person. The two words, school and teacher, that had been of no importance to me a short time ago, slowly become the center of my life. And I became completely engrossed in my studies. We were nearing the end of the term and our exams started soon.

At least this time I was not frightened. I clung to the result card in my hand. My heart fluttered as I made my way home. My mother could not help being surprised upon seeing my grades. She quickly rang up my father to share the news with him. He came back home beaming and holding a parcel under his arm. It was a cake to celebrate my success. But I knew it was more like my teacher's success. It was she who had shown me what it meant to have a purpose in life. She had given up her hours of rest to teach me.

CHALLENGES TO DIFFERENTLY ABLED CHILDREN

THEY NEED OUR HAND OF FRIENDSHIP

Zunaira Qaisar

As the teacher entered the classroom, the students welcomed her with added warmth. They were curious about the discussion session of today's class. Although the topic was of serious nature but the children were keenly concerned about the differently abled children who usually face discriminatory attitude at the hands of fellow students, friends, siblings or the society overall. They were also enthusiastic about visiting some institute of learning dedicated for the differently abled children.

To be exact, today's topic was "*Challenges for Mentally Retarded Younger People*".

"First of all, dear students, we need to take care while choosing words for the 'differently abled' or 'special children' or 'special people'. Wouldn't it hurt if we rudely call someone 'mental', 'retarded', 'blind', 'deaf', 'disabled', or whatever?" The teacher wanted to clear the students' mind at the very outset. She said, "I am happy that you are taking so much interest in it. Yes, it's important, but at the same time it is very sensitive a topic. Our way of talking and choice of words leaves impact on others. Our foremost responsibility is not to stigmatize them by calling 'mentally retarded' or 'disabled'."

"Remember, the physical or mental challenge to the children with special needs makes them unique, not inferior."

"But ma'am what's the best name we can give them?" asked Aleena.

"The best is we call them 'the kids with special needs'. Answered the teacher, and added: "But this is not just the issue of how we call them, but important question is, "How we treat, help or handle the children with special needs?" This made the class more curious as if they waited for hearing more from the teacher.

The first step towards helping them, she said, is to accept them as they are, and join hands to make their life livable for them. You will be surprised to know that 80% of children with a disability live in the poorest parts of the world. Poverty is the primary cause of disability, and

conversely, disability leads to more extreme poverty. What needs to be done is to empower them, making them able to at least perform their tasks and not be dependent on anyone completely.

And for this, we need to work on ourselves more than them.

"But ma'am, how not to be biased being a human?" Ayesha looked confused.

"Never forget following this golden rule", the teacher replied, "Treat everyone as you would like to be treated."

"Ma'am, this is what we personally do at our own individual level. But what about our collective approach as society, community, government or state, towards the children, youth or people with special needs?" Bareera asked.

Look, like other countries, the teacher said, Pakistan too recognizes the rights of special people. "Our Constitution legally guides us how to treat them and make them integral part of society and state. From taking care of their health and physical wellbeing to imparting them proper as well as appropriate education, vocational training, skill development and rehabilitation – it is the responsibility of state." She said we've taken a long time to pass legislation, yet there is still more to be done on ground. Luckily, the 1981 Disabled Persons (Employment and Rehabilitation) Ordinance is in place and there is special quota for working in government or semi government departments. Our government, she maintained, encourages philanthropists as well as welfare organizations to come forward and set up schools, institutes or rehabilitation centers for the children with special needs.

But before I tell you about such institutes, we need to discuss first what types of disabilities the children of all ages or the adults of all genders usually do have, especially in Pakistan.

How to Integrate Children with Special Needs into Mainstream?

Different Types of Disability and Impairment

Well, other than physical disability, autism is the most common phenomenon in kids these days. Overall, kids suffer from a range of impairments, such as down syndrome, cerebral palsy, autism spectrum disorder, visual or vision impairments, deafness or hardness of hearing, mental health condition, intellectual disability, and acquired brain injury.

According to WHO, disabilities or impairments affect around 5% of children worldwide. The highest disability rates for children aged 0 to 14 are reported in Australia, New Zealand and the US, where the disability rate is between 7.0% and 10.4%. By contrast, the lowest levels are reported in Mexico and Spain with only 1.4% and 1.8%. In Pakistan, nearly 6.2% people are affected with disabilities ranging from cognitive, developmental, mental, physical to sensory impairments. HRW estimates 3.3 to 27 million Pakistanis suffer from various kinds of disorder.

"Well students, this is enough for today. In our next session, we will continue about how many centers are working for rehabilitation and education of the children with special needs." The

teacher winded up the lecture. Ahad stood up while raising the hand: "Ma'am, why not plan a visit to some institute first and meet the differently abled fellow kids there?" Ahad's suggestion was so timely that everyone in the class started calling for a trip to some special school.

Next week the entire class was accompanying their favorite teacher to a school and rehabilitation institute dedicated for the differently abled children. The pioneer couple originally started helping such kids at a very personal level by providing them daycare facilities in their dining rooms. But soon the parents insisted upon opening a larger facility that has now turned into a huge building and an institution of best repute with dedicated departments caring for all kinds of disability and special need including school programs, transportation, games, sports, and cultural events.

A dedicated guide of the school led the teacher and her class to all departments situated on different floors of the building. The class was taking keen interest in the briefing that was totally a new information for them and especially in around 600 children having various kinds of disabilities, of tender and teen ages, who had been gathered at one place.

"The Institute houses the autism affected children of the age years from 4 to 16."

There were round tables with colorful chairs, a nursery room, 'Son Rise' rooms for children with Autism spectrum disorders (ASD) and other developmental challenges. Self-care rooms have washbasins and cute drawings, where the kids learn self-hygiene and maintenance. There was a computer lab for kids as well where they might use to listen poems and music. They also have speech therapy room where speech sessions are provided. "Here comes CP Department where kids diagnosed with cerebral palsy, a motor disability that affect a person's ability to move and maintain balance and posture." The guide said.

This department teaches students individualized education program; each student gets to study different levels of subjects based on their interests and progress. They get physiotherapy, occupational therapy, sensory integration and many more in their separate Physical Rehabilitation Department specifically designed for this purpose. There pediatricians, physiotherapists and clinical psychologists as well work on body control formation of the child with the help of physiotherapy and different exercises. Then a picture of swimming pool appeared on the screen which grabbed the attention of the class the most. This is how hydrotherapy gets done. The main benefit of aquatic therapy is that water provides resistance in all planes and directions.

Students also learn the basic concept of buying and selling. They have weaving machines. They learn painting, stitching, cooking, woodwork, sequence work and work with Italian dough. They work under proper supervision and create masterpieces on commercial level. They have different sale points for those items and students working there get paid. The institute also has stipend policy for these talented individuals of the society to make them feel valued and accepted. Their 6 students are serving on different platforms as independent workers.

Another department building, they have designed specifically for the kids suffering from visual impairment, blur vision, partial or complete blindness. This structure includes were airy and

bright class rooms with the setting of benches and chairs. Each teacher deals with 5-6 students in a classroom. Here kids study via Braille language. And individualized educational plan is implemented here too.

And my dear kids you are the future, you are blessed ones and Allah has given this opportunity and responsibility of helping his special creation! It is a challenge for us to take care of them to accept them and cherish their presence, look around you and see how many eyes are looking for you how many hands are waiting for you to play with them and interact with them.

KEEP HOPE, KEEP TRYING

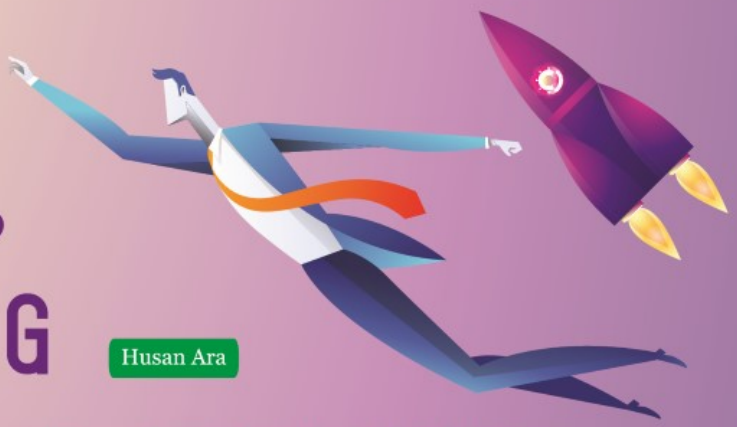

Husan Ara

Once there was a garden where I was a happy plant, full of leaves and flowers. I was lush green because I loved to enjoy the sunlight; when the sun showered its light, and when the moon came right over the top, it all let me shine in the darkness. The wind gives me a swing with melody of sparrows, and the rain awakens me up with its drops – to rise and shine. I had a time when flowers gave me fragrance and butterflies danced on the music of honey bees' resonance. Summer and spring loved me and I loved everything around not knowing what comes after summer and spring.

One night, I felt change in the temperature. It was quite frosty; I never had such difficulty before. This bleak surprise disturbed me, stressed me up and finally the sun came back and I got some relief. I looked myself and I felt little crispy than the other day. The sun went, moon came, and that icy wind again wobbled me entirely. In a hassle of surprise, I felt depressed. That entire night I felt the frostiest wind waves ever passed by.

And the morning was not the same, as was yesterday. I saw my stem looked dry. It made me worried whether my stem would hold me firmly? I felt things were not happening in the way I wanted. I started to run dry and found it hard to sustain my link with the stem. A blowing wind came that joggled me entirely. My leaves departed from my branches, and the got nearly stemmed out.

Oh! that day I lost all hopes to live. I was finished almost. I got disappointed and hopeless. I started to miss that time when I was so cheerful. With all this cry I found myself helpless. All my life was about to end as there was nothing left to hope about. People walked over me with bared feet to enjoy my leaves crispiness when they crushed me. I was destroyed, and my time was over.

Then a chilled sand enveloped me and I fell asleep for a long time. I remember I started to become a part of the sand and started to turn into a soil. One morning, the sky covered with clouds, and rain came. The soil, naturally started to merge with my roots. I was given water, sunlight and here I started to grow in a form of plant growing with small leaves. I grew above the land and there was again my sunshine, butterflies and swinging, singing pleasant air.

Oh! how hopeless I was when I fell down to the ground. And now I am again a beautiful plant.

Friends! I want to tell you... We all are plants in this garden of world, equally challenged by hurdles and accidents. You just need to keep going. Don't lose hope and fight back. You will get another chance. Just keep walking. Keep trying. You may fall once or twice, but the law of Nature helps you to resurrect.

Bashir's Promise

Maya Batool

Once there was a boy. His name was Bashir. He lived with his parents. He was a well-mannered but naughty boy. He used to play with fire. His parents asked him not to do so but he did not listen to them. Whenever he found an opportunity, he burnt different things like papers, wood and empty cartons, etc. One day Bashir was playing in the drawing room. He found an invitation card on the table. An idea came to his mind. He came out of the drawing room. His father was sitting in the study and his mother was offering prayers. Bashir went to the kitchen, took the match box and came back to the drawing room. He burnt a match stick and put the invitation card on fire. The card began to burn. Suddenly a curtain caught fire. Bashir got scared. He started crying. His father heard the cries and ran towards the drawing room. It was good that there was anti-fire spray in the house. His father put the spray on fire and the fire got under control.

Bashir was still in the state of fear. His father remained quiet. He took him to his room and comforted him. When Bashir relaxed, his father politely said, "Bashir! you should not play with fire. Uncontrolled fire can take our lives." Bashir realized his mistake. He said sorry to his father and promised not to do that again.

The Shining Stars

email:jia.zubair@gmail.com

Junaid & Jawad

Rija Azfreen

Zainab

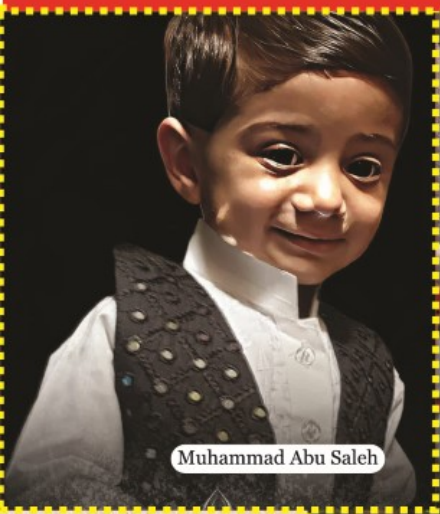
Muhammad Abu Saleh

Zohan

Alam Fatima

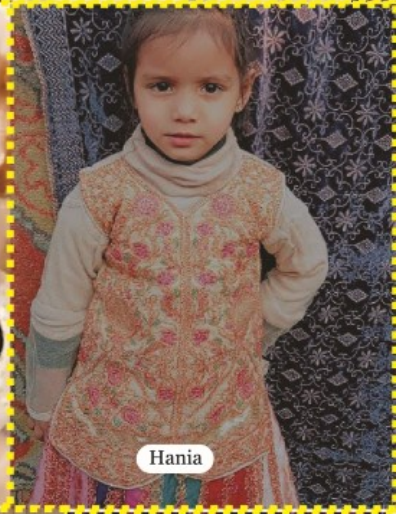
Hania

Awais Qarni

Reshayal

Nouman

Muhammad Qasim

Alisha

Hashir Bin Imtiaz

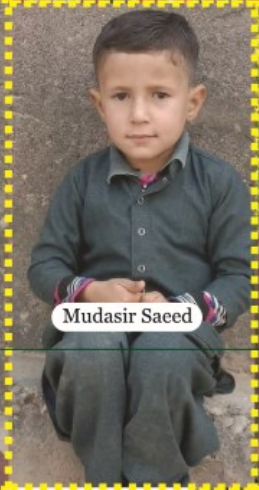
Mudasir Saeed

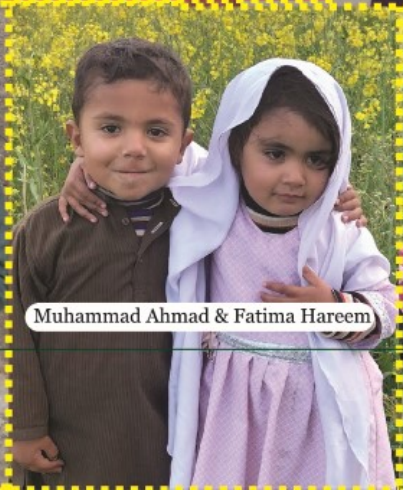
Muhammad Ahmad & Fatima Hareem

Horain Subhan

Emaan

Hamid

Nabiha Batool

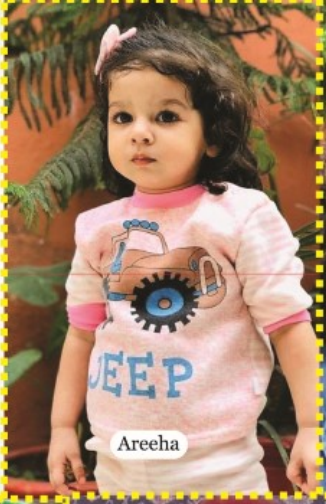
Areeha

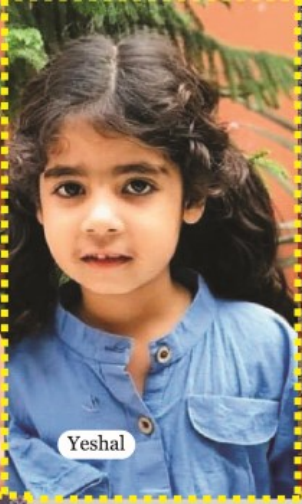
Yeshal

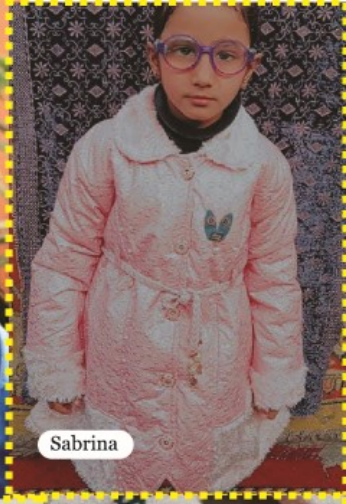
Sabrina

Hareem

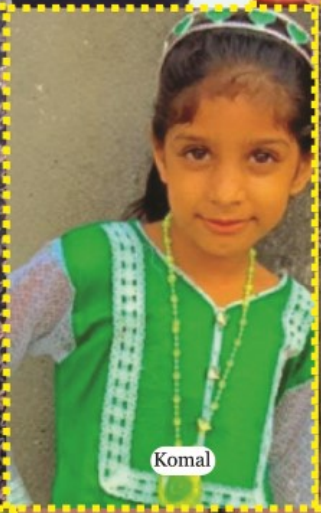
Komal

Iqra

Maria

Marriam

Ali Raja

Aniya

Amna

Ayesha Najeeb

Shayan & Suffiyan

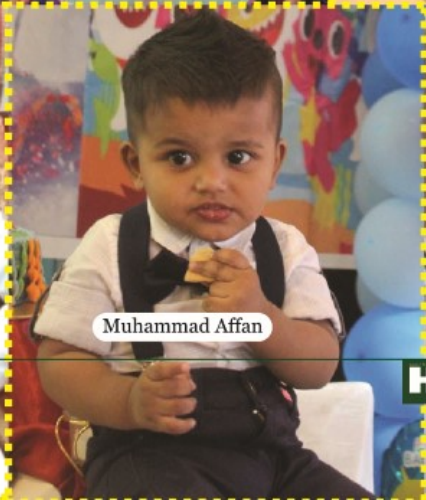
Muhammad Affan

Anfa Aneeq